ماہنامہ

نوائے صوفیہ

اسلام آباد

شمارہ نمبر ۵۴ — قیمت بارہ روپے — دسمبر ۱۹۹۹ء



منبر و محراب خانقاہ معلیٰ صوفیہ نوربخشیہ خپلو بلتستان

مدرسہ شاہ ہمدان سکردو کے ساتھ تعاون کی اپیل

بحمدللہ مدرسہ شاہ ہمدان سکردو کو مختصر مدت میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، مخلص کارکنوں کی سعی مسلسل اور جذبہ ایمانی سے سرشار اہل صوفیہ نوربخشیہ کے مالی اور جانی تعاون کی بدولت زبردست کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ آج یہ عظیم الشان دینی درسگاہ سیکڑوں نوربخشی طلباء و طالبات کو قرآن و حدیث، تفسیر و فقہ فلسفہ و منطق صرف و نحو اور تصوف و عرفان کی اعلیٰ تعلیم اور تربیت دینے میں مصروف ہے۔ مدرسہ تمام اقامتی طلباء کی خوراک، پوشاک، رہائش اور علاج معالجہ کا مفت بندوبست کرتا ہے۔ مدرسے کا نصاب تعلیم فی الحال پانچ سالہ کورس پر محیط ہے۔ پانچ سال کی تکمیل اور داخلی امتحان میں کامیابی پر طالب علم کو فاضل عربی کے امتحان میں شامل کیا جاتا ہے۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ بی۔اے کی سطح تک مروجہ تعلیم دلوانے اور یونیورسٹی کے امتحان میں شمولیت کا بندوبست بھی ہے۔ انجمن فلاح و بہبود صوفیہ نوربخشیہ سکردو کے اراکین کی پرخلوص جدوجہد کے نتیجے میں مدرسے کے لئے جدید دو منزلہ عمارت تعمیر ہو چکی ہے جہاں طلباء کے لئے ہوسٹل اور کلاس رومز دونوں موجود ہیں۔ اس مدرسہ کی کامیابی اور استحکام میں بلتستان کے نوربخشی ملازمین اور کاروباری حضرات کا بھی بڑا حصہ ہے۔ امید ہے کہ یہ درسگاہ مستقبل قریب میں مسلک پاک صوفیہ نوربخشیہ اور دین اسلام کا مضبوط نظریاتی قلعہ ثابت ہوگا۔ ہم پاکستان کے دیگر شہروں اور بیرونی ملکوں میں مقیم اہل نوربخشیہ سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے فطرہ، زکوٰۃ اور صدقات سے اس دینی ادارے کے ساتھ تعاون کر کے حمیت دینی کا ثبوت دیں۔

تعاون کی طالب

انجمن فلاح و بہبود صوفیہ نوربخشیہ (رجسٹرڈ)، سکردو

اکاؤنٹ نمبر BDA-023 زرعی ترقیاتی بینک سکردو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

ماھنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل

شمارہ نمبر ۵۴ قیمت بارہ روپے دسمبر ۱۹۹۹ء

بانی: ڈاکٹر غازی محمد نعیم، مدیر: علامہ محمد بشیر، آرٹ ڈیزائننگ: جی ایچ معروفی

نوائے صوفیہ میں چھپنے والے تمام مضامین اور خبروں کی ذمہ داری مضمون نگار اور نامہ نگار حضرات پر عائد ہوتی ہے

خط و کتابت کا پتہ: 358-A سیکٹر نمبر G-6/1-1 اسلام آباد پاکستان

فہرست مضامین

زیر نظر بیسویں صدی کا آخری شمارہ ہے انشاء اللہ اکیسویں صدی میں بھی احیائے تصوف کا علمبردار "نوائے صوفیہ" اسی آب و تاب سے شائع ہوتا رہے گا

تفکر و تذکر

لب تشنۂ تقریر

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ط

محترم قارئین نوائے صوفیہ ۔ ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل کا ۵۴واں شمارہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ گویا ہم نے رسالے کی اشاعت کی نصف سنچری پہلے ہی مکمل کر لی۔ اس خوشی کے موقع پر ہم تمام قارئین کو مبارک باد کے مستحق سمجھتے ہیں وجہ یہ ہے کہ یہ کارنامہ ہماری ہمت اور محنت کے بل بوتے پر کم اور آپ لوگوں کی حوصلہ افزائی اور پذیرائی کے باعث زیادہ انجام پذیر ہوا ہے۔ عام مشاہدے کی بات ہے کہ رسائل وجرائد خاص کر مذہبی وادبی رسائل کے اجراء کا کام چنداں مشکل نہ سہی لیکن تسلسل سے اشاعت ایک نہایت مشکل امر ہے۔ ایسے رسائل وجرائد کو جاری و ساری رکھنے کے لئے انہیں اولاد کی طرح پالنا پوسنا پڑتا ہے۔ اولاد کی پرورش میں بھی والدین کو ایک عمر تک سوائے رنج و محن کے کچھ ہاتھ نہیں آتا لیکن اولاد آخر زندگی کے تسلسل کا نام ہے اس لئے ان کی طرف سے ملنے والی تمام تکالیف وایذاء بھی خوشگوار معلوم ہوتے ہیں۔ بعینہ انسان کی علمی اور ادبی تخلیقات جو اس کی روحانی اولاد ہوا کرتی ہیں اس کی روحانی زندگی کو تسلسل اور بقائے دوام دینے کا کام کرتی ہیں اس لئے تمام مشکلات کے باوجود روحانی والدین ان کی پرورش میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔

سو ہم نے بھی غریب والدین کی طرح نوائے صوفیہ کو اپنی روحانی اولاد سمجھ کر پالا پوسا اور اب ماشاء اللہ یہ بالغ اور جوان ہو گیا ہے۔ لیکن ساتھ یہ کہنا بھی بے جا نہ ہو گا کہ بلوغت وجوانی حیاتِ جاودانی کی گارنٹی نہیں ہے۔ آفات ناگہانی سائے کی طرح ہر فانی چیز کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ پس ہمیں اور آپ کو مل کر اس روحانی اولاد کی مزید نگہداشت کرنی ہے اور اسے مرگِ ناگہانی کا شکار بننے سے بچانا ہے۔

شکایت وحکایت :

محترم قارئین کرام ۔ آپ نہایت محبت اور اپنائیت کے ساتھ اپنی مصروفیات سے اپنا قیمتی وقت بچا کر سارا سال ہمیں یاد کرتے رہتے ہیں اور اپنے قیمتی مشوروں سے ہمیں نوازتے رہتے ہیں۔ صفحات کی گنجائش کم ہونے کے باعث ہم ہر مہینے تمام خطوط کا جواب دینے سے قاصر رہتے ہیں لیکن سال میں ایک بار ضرور آپ سے نصف ملاقات کی سبیل بہم پہنچاتے ہیں۔ یہ گویا آپ کے سال بھر کے محبت ناموں کا یک قلم جواب دینے کا موقع ہوتا ہے۔

گزشتہ پانچ سالوں میں آپ کی طرف سے جتنے خلوص بھرے خط ہمیں موصول ہوئے ہیں انہوں نے ہمیں ہر بار نئی زندگی اور نئی توانائی بخشی ہے اور ہر بار ہماری تھکن کافور کر کے نئی بشاشت اور امنگ ہمارے دلوں میں پیدا کی ہے۔ آپ کی اس مسلسل اور مکمل حمایت کا ہم تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آئندہ بھی یہ الطاف وعنایات جاری رہیں گے۔

ساتھ ہی چند گنتی کی شکایات زبانی طور پر موصول ہوئی ہیں جن پر تبصرہ کرنا اور حتی المقدور ان کا ازالہ کرنا بھی نہایت امر ضروری ہے۔ یاد رکھئے کہ شکایت محبت اور اپنائیت کی علامت ہوتی ہے جیسا کہ شاعر نے فرمایا ہے۔

ہر روز ایک تازہ شکایت ہے آپ سے
واللہ مجھ کو کتنی محبت ہے آپ سے

نوائے صوفیہ کو اپنے چاہنے والوں کی جو شکایات موصول ہوئی ہیں ان میں سے دو باتیں قابل ذکر ہیں۔

۱۔ مضامین کی یکسانیت

۲۔ اشاعت میں تاخیر

اب ہم ان دونوں امور میں اپنی عذر خواہی پیش کرتے ہیں جو کم و بیش گزشتہ سال اسی وقت آپ کے گوش گزار کر چکے ہیں لیکن ان باتوں کا اعادہ ضروری ہے۔

آپ کی پہلی شکایت رسالے کی اشاعتی پالیسی سے متعلق ہے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ نوائے صوفیہ ایک سنجیدہ دینی اور علمی رسالہ ہے۔ رسائل و جرائد کو دلچسپ بنانے کے لئے عموماً سنسنی خیز خبروں، لطائف و ظرائف اور رنگین تصاویر کا سہارا لیا جاتا ہے جبکہ ایک سنجیدہ علمی رسالہ ان چیزوں کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ احیائے تصوف کا ترجمان ہونے کے ناطے سے نوائے صوفیہ ترجیحاً علم تصوف پر علمی اور تحقیقی مضامین اور مقالہ جات کو شائع کرتا ہے اس کے علاوہ ہر دینی رسالے میں قرآن پاک اور حدیث پاک کا ایک باب شائع ہونا بھی لازمی ضرورت ہے۔ اداریے میں ہم حالات حاضرہ پر تبصرہ کرنا کی جائے کسی فکری موضوع اظہار خیال کرتے ہیں جس کا بنیادی مقصد اصلاح معاشرہ اور انسانی بہبود ہوا کرتا ہے۔ علاوہ ازیں مسلک پاک صوفیہ نوربخشیہ سے متعلق اعتقادی و فروعی مضامین کو خصوصی اہمیت کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے اور رسالے کے صفحات کا نصف حصہ عموماً اس نوع کے مضامین کے لئے مختص ہوتا ہے۔ اس ضمن میں علامہ صاحب کے مضامین "مجموعہ شریعت محمدیہ" اور "آپ کے مسائل اور ان کا حل" تمام قارئین میں یکساں مقبول ہیں۔ نیز مولانا انور الکوروی کا "تعارف صوفیہ نوربخشیہ" مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے تعارف میں بھرپور کردار ادا کر رہا ہے۔ ہمدانیات اور نوربخشیات کے موضوعات پر شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی" اور غوث المتاخرین شاہ سید محمد نوربخش کی مبارک تعلیمات کو بھی مؤثر انداز میں نذر قارئین کرایا جاتا رہا ہے۔ مسلک صوفیہ کے روحانی سلسلے یعنی سلسلۃ الذہب الصوفیہ کے کم و بیش تمام پیران طریقت اور مرشدان حقیقت کے حالات زندگی نذر قارئین کئے جا چکے ہیں۔ اس کے علاوہ اخبار التصوف کی ذیل میں گزشتہ پانچ سالوں میں نوربخشی دنیا میں پیش آنے والے تمام قابل ذکر واقعات کو بھی ریکارڈ میں لایا جا چکا ہے جس سے اہل نوربخشیہ کے ربط باہمی کو بہت فروغ ملا ہے۔

جیسا کہ ابتداء میں ہی اعلان کیا جا چکا ہے کہ نوائے صوفیہ میں اشاعت کے لئے ان علمی مضامین کو اولیت دی جائے گی جو تحقیق اور عرق ریزی سے تیار کئے گئے ہوں اور محض فنکار کی خیال آرائی پر مشتمل نہ ہوں۔ اس لحاظ سے علماء اور محققین کے مضامین اپنی علمی افادیت کے پیش نظر ترجیحی بنیاد پر شائع ہونا ایک منطقی بات ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ نوائے صوفیہ نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا یا ان کے مضامین کو جان بوجھ کر نظر انداز کرتا ہے۔ رسالے میں اشاعت کا اہم ترین معیار تحریر کی افادیت ہے اگر مضمون محنت سے تیار کیا گیا ہو اور اس کا مطالعہ قارئین کے لئے مفید ہو اور تصوف اور نوربخشیہ کی اشاعت اور تبلیغ میں معاون ہو تو ہم اسے ضرور جگہ

دیتے ہیں اور زبان وبیان اور انشاء پردازی کی کمزوریوں کو خود دور کر کے اور نوک پلک درست کر کے شائع کرتے ہیں۔ اگر مضمون قلم برداشتہ لکھا گیا ہے یا نظم وزن وبحر اور قافیہ ردیف سے بے نیاز ہونے کے ساتھ ساتھ مفید خیالات سے بھی تہی ہے تو ایسی تحریریں ناقابل اشاعت قرار پائیں گی۔ ایسے مضامین کی اشاعت کی توقع نہیں کی جانی چاہئے۔ ایسی صورت حال میں صاحب خلوص اور صاحب تمیز قلمکار دل برداشتہ یا شاکی ہونے کی بجائے اپنی اولین کاوش پر نظر ثانی کرتے ہیں اور زیادہ محنت سے زیادہ اچھی چیز تیار کرتے ہیں۔ لیکن وہ اپنی تحریر کی عدم اشاعت کو ترک تعلق کا بہانہ ہرگز نہیں بناتے۔

کچھ علمائے کرام کی تحریریں زیادہ تواتر کے ساتھ شائع ہونے کی وجہ یہی ہے کہ ان کی نگارشات مسلک کی ترقی اور اہل مسلک کے فوز وفلاح کے لئے نہایت گراں قدر ہیں۔ اہل نور علیہ پر ان مخلص علمائے کرام کا بے حد احسان ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ بے شمار علمائے کرام ایسے بھی ہیں جنہیں اللہ تعالی نے دولت علم سے نوازا ہے اور ان کے قلم میں بھی زور عطا فرمایا ہے تاہم انہوں نے نامعلوم وجوہات کی بنا پر یا تو نوائے صوفیہ کو یکسر نظر انداز کر رکھا ہے یا ایک آدھ مضامین بھیجنے کے بعد بھی خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ اگر تمام علمائے کرام رسالہ نوائے صوفیہ کے ساتھ قلمی تعاون فرمائیں تو یقیناً رسالے کے تنوع اور مضامین کی بوقلمونی میں اضافہ ہو جائے گا اور اگر اس کے برعکس صرف دو یا چار علماء کرام تک یہ ذمہ داری محدود رہے گی تو مضامین میں یکسانیت اور یک رنگی کا پیدا ہونا ناگزیر ہے۔ پس جہاں تک قارئین کی پہلی شکایت کا تعلق ہے اس کے لئے ادارہ نوائے صوفیہ نہیں بلکہ صوفیہ نور علیہ کے وہ علمائے کرام جواب دہ ہیں جن کی نظر التفات ہنوز ہم پر پڑی ہی نہیں ہے یا ہم سے پھر چکی ہے۔

جہاں تک تاخیر فی الاشاعت کی بات ہے ہم اس بات سے قارئین کو پہلے ہی آگاہ کر چکے ہیں کہ نوائے صوفیہ رضاکارانہ بنیادوں پر فی سبیل اللہ کیا جانے والا کام ہے جس کے گنتی کے کارکن ہیں اور وہ بھی اپنی ملازمتوں اور تلاش معاش کی سرگرمیوں سے بمشکل فرصت پاکر اپنے آرام وسکون کے چند لمحات کو اس کام میں صرف کرتے ہیں۔ پس یہ کل وقتی نہیں بلکہ جزوقتی کام ہے اس کے باوجود رسالے کے جو پینسٹھ شمارے اب تک نکل چکے ہیں ان میں گنتی کے دو چار مہینوں میں اشاعتی تاخیر کی صورت حال پیش آئی ہے اور وہ بھی فنڈ کی غیر یقینی صورت حال کا نتیجہ ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ہمارا واحد ذریعہ آمدن قارئین کی طرف سے موصول ہونے والا چندہ ہے۔ یہ چندہ اگر پورا پورا اور بروقت وصول بھی ہو جائے تو رسالے کے اشاعتی اخراجات بمشکل پورے ہوتے ہیں۔ جبکہ قارئین کی سہولت کی خاطر کئی برس گزرنے کے باوجود رسالے کے چندے کی رقم میں کوئی اضافہ بھی نہیں کیا گیا ہے۔ پس رسالے کی بروقت اشاعت خریداروں کی طرف سے چندے کی رقوم کی بروقت ترسیل پر منحصر ہے۔ اگر یہ ترسیل تاخیر سے ہوگی تو رسالے کی اشاعت میں بھی تعطل پیدا ہوگا اور اگر بالکل منقطع ہو جائے گی تو رسالے کی اشاعت بھی بالکل منقطع ہو جائے گی۔ اس حقیقت کی مزید وضاحت کے لئے ایک لطیفہ آپ کے گوش گزار کرتے ہیں۔

کہتے کہ ایک بادشاہ نے اپنی تمام رعایا کو حکم دیا کہ فلاں تالاب کو راتوں رات دودھ سے بھر دیا جائے اور ہر خاندان پر لازمی قرار دیا کہ وہ ایک بالٹی دودھ کا رات کے وقت اس تالاب میں انڈیل دے تاکہ صبح تک سارا تالاب دودھ سے بھر جائے۔ جب رات ہو گئی اور تالاب کو دودھ سے بھرنے کا مرحلہ آیا تو

ایک شخص کے دل میں خیال آیا کہ سارا شہر تو تالاب میں دودھ کی بالٹیاں انڈیلنے جائے گا اگر میں اکیلا آدمی پانی کی بالٹی انڈیل دوں تو کیا فرق پڑے گا اور رات کی تاریکی میں کسی کو پتہ بھی کیا چلے گا؟ پس اس نے دودھ کی جائے پانی کی بالٹی انڈیل دی۔ اتفاق کی بات یہی خیال دوسرے، تیسرے، چوتھے اور پانچویں شخص کے دل میں بھی پیدا ہوا۔ یہی نہیں بلکہ گاؤں کے ہر فرد کے دل میں یہی خیال پیدا ہوا کہ باقی سب تو دودھ بھرنے جارہے ہیں ایک میرے پانی انڈیلنے سے کیا فرق پڑے گا اور رات کے اندھیرے میں کسے پتہ چل سکے گا۔ بس پھر کیا تھا ہر خاندان کے سربراہ نے یہ فرض کرتے ہوئے کہ باقی سب تو دودھ بھرنے جارہے ہوں گے خود پانی کی بالٹی تالاب میں انڈیل دی۔ صبح کی روشنی پھیلی تو کیا دیکھتے ہیں کہ تالاب پانی سے لبالب بھرا ہوا ہے اور اس میں دودھ کا ایک قطرہ بھی کسی نے ڈالنا ضروری نہیں سمجھا۔

قارئین کرام نوائے صوفیہ کے تالاب میں اگر ہر خریدار ماہانہ چندے کی بالٹی یہ سوچ کر انڈیلنے سے گریز کرے گا کہ باقی سب تو اسے لبالب بھرنے میں مصروف ہوں گے ایک میرے کچھ نہ ڈالنے سے کیا فرق پڑے گا تو ہر مہینے کے اختتام پر نوائے صوفیہ کا تالاب تو بالکل خالی رہ جائے گا۔ ہم دودھ نہیں صرف پانی مانگ رہے ہیں۔ یہ پانی جمع نہ ہوگا تو علم و ادب کی کھیتیاں کہاں سے سیراب ہوں گی؟ غور کیجئے آپ کو اپنی شکایت کا جواب خود مل جائے گا۔ خدانخواستہ آب رسانی کا یہ سرچشمہ خشک ہوا تو ایسی خشک سالی اور قحط سالی کی کیفیت بھی پیدا ہو سکتی ہے جس کا اندازہ کرنا اہل فہم کے لئے مشکل نہیں ہے۔ سادہ ترین لفظوں میں یہ بات یوں کہی جاسکتی ہے کہ خدارا اپنی قومی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اپنے چندہ جات بروقت ارسال کر دیا کیجئے ورنہ ہم بادل نخواستہ اس کام کو بند کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ تشویش کی بات یہ ہے کہ نصف کے قریب مستقل خریداروں نے چندے کی ادائیگی مستقلاً روک دی ہے اور نتیجتاً انہیں رسالے کی ترسیل بھی بند ہو چکی ہے۔ رسالے کے مستقل نمائندوں کو اپنی خلوص بھری روایات کے مطابق نئے عزم و ہمت سے نئے خریدار بنانے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ یہ کار خیر جاری و ساری رہے اور مسلک صوفیہ نوربخشیہ کی نشرواشاعت کا یہ واحد ذریعہ بند نہ ہو جائے۔

علمائے نوربخشیہ سے گزارش:

سطور بالا میں ہم اپنی ایک شکایت علمائے نوربخشیہ کے گوش گزار کر چکے ہیں۔

اے وارثان علم نبوت۔ یہ کام جو ہم چند بے علم اور کم علم لوگ کر رہے ہیں دراصل یہ آپ کے شایان شان کام ہے اور ہم کسی طور سے اس کام کے قابل نہیں۔ ہم تو محض تبلیغ حق کی خاطر آپ کی خدمت اور معاونت کرنے کے قابل ہیں۔ لیکن آپ نے اپنے فرض منصبی سے تغافل کیوں اختیار کر رکھا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم و حکمت کی روشنی سے نوازا ہے اس نور سے اہل عالم کے دلوں کو منور کیوں نہیں کرتے؟ آج "زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن" والی صورت حال کیوں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو صلاحیت دی ہے اسے اس غریب مسلک کی بقا و ترقی کے لئے بھی استعمال کیجئے۔ نوائے صوفیہ مسلک نوربخشیہ کی واحد اشاعتی کوشش ہے اس کے ساتھ قلمی تعاون کیجئے تاکہ دین اسلام کی روشنی سے سب اہل مسلک کے قلوب و اذہان روشن ہوں اور نوجوان نسل کی رہنمائی کا سامان فراہم ہو۔ یہ سب باتیں آپ کے فرائض میں شامل ہیں جبکہ ہم تو وہ لوگ ہیں کہ وما علینا الا البلاغ کا گلہ بھی ہم پر نہیں جچتا۔ ☆☆

فقہ (گزشتہ سے پیوستہ)

مجموعۂ شریعتِ محمدیہ

ابو العرفان علامہ محمد بشیر

وادب الرجلين فى القيام ان لا يلصقهما ولا يفرجهما اكثر من شبر اولاقل اولىٰ و ادب العينين ان تنظر الى طرفى الانف فى السجود و بين الركبتين فى القعود و ادب القيام ان لا تميل الى اليمين او اليسار الا لوجع او عذر اٰخر و ادب الوجه فى القيام ان لا يتوجه الا الى القبلة

ترجمہ:

حالت قیام میں دونوں پیروں کے آداب یہ ہیں کہ نماز گزار نہ پیروں کو ملا کر رکھے اور نہ ہی ایک بالشت سے زیادہ کھلے رکھے۔ ایک بالشت سے کم کا فاصلہ بہتر ہے۔ دونوں آنکھوں کے آداب یہ ہیں کہ حالت قیام میں پیشانی کی جائے سجدہ کو دیکھے، رکوع کی حالت میں دونوں پیروں کے درمیان نگاہ رکھے۔ کسی بھی درد یا عذر کے بغیر نہ دائیں طرف کو مڑنا نہ ہی بائیں طرف کو مڑنا قیام کے آداب ہیں۔ قیام کی حالت میں منہ کا ادب یہ ہے کہ "کا رخ صرف قبلہ ہی کی طرف رہے۔

وضاحت:

مندرجہ بالا عبارتوں میں گزشتہ ادب الیدین کے علاوہ نماز گزار کے بعض دیگر اعضائے بدن اور حالات کے آداب کی درج ذیل صورتوں میں وضاحت کی گئی ہے۔

۱۔ پیروں کے آداب

۲۔ آنکھوں کے آداب

۳۔ حالت قیام کے آداب

۴۔ منہ کے آداب

تفصیل وضاحت:

۱۔ "پیروں کے آداب" کا مطلب یہ ہے کہ جب نماز گزار نماز کی جا آوری کے لئے قیام کی حالت پر آجائے تو اس حالت قیام میں اس کے پیروں کے آداب یہ ہیں۔

۱۔ دونوں پیروں کو آپس میں ملا کر نہ رکھنا۔

۲۔ ایک بالشت سے زیادہ لمبے فاصلے پر بھی نہ رکھنا۔

۳۔ ایک بالشت سے کم فاصلے پر رکھنا۔ یہ صورت بہتر قرار دی گئی ہے۔

۲۔ "آنکھوں کے آداب" کا مطلب یہ ہے کہ

۱۔ نماز گزار قیام کی حالت میں اپنی نظر اپنی پیشانی لگنے والی جائے سجدہ پر مرکوز رکھے۔

۲۔ رکوع کی حالت میں نماز گزار اپنی نظر دونوں پیروں کے درمیان مرکوز رکھے۔

۳۔ سجدے کی حالت میں نماز گزار اپنی نظر ناک کے اطراف پر مرکوز رکھے۔

۴۔ قعدہ کی حالت میں نماز گزار اپنی نظر اپنے دونوں گھٹنوں کے درمیان مرکوز رکھے۔

۳۔ "حالت قیام کے آداب"...... (باقی صفحہ ۹ پر)

احوال صوفیاء (گزشتہ سے پیوستہ)

احوالِ حضرت شیخ معروف کرخیؒ

مولانا حیدر علی مچلوی

خوفِ خدا:

آپ پر خوف خدا کا اس درجہ غلبہ رہتا تھا (اور حق یہ ہے کہ حکم رأس الحکمۃ مخافۃ اللہ یعنی دانائی کی انتہا اللہ سے ڈرنا ہے۔ اور یہی تمام نیکیوں اور سعادت مندیوں کا سرچشمہ ہے۔) کہ یحییٰ بن جعفر بیان کرتے ہیں میں نے ایک مرتبہ حضرت معروف کو دیکھا کہ اذان دے رہے تھے جب اشہد ان لا الہ الا اللہ کہا تو مارے دہشت و خوف کے ان کی داڑھی اور سر کے بال کھڑے ہو گئے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اذان دیتے تھے اور اقامت بھی کہہ لیتے تھے لیکن نماز پڑھانے کی جرأت کبھی نہ کرتے تھے۔

دنیا سے بے رغبتی:

جس شخص کے دل نے خشیت ربانی سے استیلاء پالیا ہو اس کی نظر میں دنیوی لذائذ و مرغوبات دنیا کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ حضرت معروف بھی دنیا سے بالکل بے تعلق رہتے تھے۔ انتہا یہ ہے کہ ان کی وفات ہونے لگی تو لوگوں نے اصرار کیا کہ کچھ وصیت کیجئے۔ فرمایا میں مر جاؤں گا تو میری قمیص کا بھی صدقہ کر دینا۔ میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے جاؤں تو جس طرح یہاں برہنہ آیا تھا اسی طرح یہاں سے بھی برہنہ ہی جاؤں۔

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں انہوں نے ایک مرتبہ حضرت معروفؒ سے سوال کیا کہ لوگ کب اللہ کی پوری اطاعت پر قادر ہو سکتے ہیں۔ ارشاد ہوا اسی وقت جبکہ دنیا کی محبت ان کے دلوں سے خارج ہو جائے۔ اگر دنیا کی محبت سے ان کے دل فارغ نہیں تو ان کا ایک سجدہ بھی درست نہیں ہو سکتا۔ وہ عمر کے ایک لمحہ کو بھی ضائع دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ خود اس پر عامل تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے پاس چند آدمیوں کی ایک جماعت آکر بیٹھ گئی اور دیر تک بیٹھی رہی۔ آخر کار آپ نے فرمایا کیا تم نہیں چاہتے ہو کہ اب مجلس ختم کر دوں حالانکہ آفتاب جس رفتار سے چل رہا ہے اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔

استغراق فی التوحید:

کمال توحید یہ ہے کہ انسان اپنے تمام معاملات میں صرف خدا کی طرف رجوع کرے اور اس کے سوا کسی اور سے اپنی کوئی حاجت متعلق نہ سمجھے۔ حضرت معروف ایک دفعہ کوفہ کے بازار سے گزر رہے تھے وہاں انہوں نے دیکھا کہ اس عہد کے مشہور واعظ ابن السماک کہہ رہے تھے کہ جو شخص اللہ سے بالکل اعراض کرتا ہے اللہ بھی اس سے بالکل اعراض کرتا ہے اور جو شخص اللہ کی طرف اپنے دل سے متوجہ ہوتا ہے اللہ بھی اس کی جانب کامل التفات فرماتا ہے اور جو شخص کبھی کبھی اللہ کو یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے کبھی کبھی یاد کرتا ہے۔ حضرت معروف کرخی کا بیان ہے کہ میں اس وعظ سے بے انتہا متاثر ہوا اور میں نے عزم بالجزم کر لیا کہ اپنے مولا حضرت امام علی رضا کی خدمت

کے علاوہ کسی چیز پر توجہ نہیں کروں گا۔ اور ہمہ تن خدا کی طرف ہی متوجہ رہوں گا۔ یہاں سے روانہ ہو کر میں حضرت ابن موسیٰ الرضا کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو یہ پوری سرگزشت سنائی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر آپ نصیحت پذیر ہونا چاہیں تو یہی ایک نصیحت آپ کے لئے بہت کافی ہے۔ واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت معروف کرخیؒ کی تمام زندگی اس اثر سے آخر دم تک روشن رہی اور وہ فنافی التوحید کے جام جاں نواز سے ایسے سرشار و مست ہوئے کہ غیر اللہ سے انہیں کوئی علاقہ ہی نہیں رہا۔

ایک شخص نے آپ سے کسی نصیحت کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا "اللہ پر توکل کرو یہاں تک کہ وہ تمہارا جلیس و انیس بن جائے اور وہی تمہاری شکایتوں کا مرجع ہو اور تم موت کا ذکر زیادہ کرو جس کی وجہ سے تمہارا جلیس سوائے خدا کے کوئی اور ہو ہی نہ سکے اور ہاں یہ سمجھ لو کہ لوگ تم کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر۔ وہ تم کو کوئی چیز دے سکتے ہیں اور نہ کسی چیز سے منع کر سکتے ہیں۔"

رحمت خداوندی پر بھروسہ:

اس فنافی التوحید کا یہی نتیجہ تھا کہ وہ خدا کی رحمت کے تصور سے بار بار دل کو تسکین دیتے اور یاس و ناامیدی کو غالب نہیں ہونے دیتے تھے۔ وہ بسا اوقات علی الصباح اٹھ کر یہ شعر پڑھتے تھے۔

ای شیبتی ، ترید منی الذنوب
شغفت بی فلیس عنی تغیب
ما یضر الذنوب لو اعتقنی
رحمة لی فقد علانی المشیب

"ان گناہوں نے آخر میرے متعلق کس چیز کا ارادہ کیا ہے کہ یہ مجھ سے چمٹ گئے ہیں اور مجھ سے غائب نہیں ہوتے۔ اچھا اگر اللہ کی رحمت نے مجھ کو آزاد کر دیا تو اب جب کہ مجھ پر بڑھاپا غالب ہو گیا ہے تو یہ گناہ مجھ کو کیا نقصان پہنچا سکیں گے؟"

اخفائے عبادت:

شب و روز عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے لیکن اس کا اظہار نہ کرتے تھے اور حتی الوسع اسے مخفی رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ واقعی طور پر صائم النہار اور قائم اللیل تھے۔ ان کے مرض وفات میں ایک دفعہ ایک شخص نے ان سے پوچھا آپ اپنے روزوں کی نسبت مجھ سے کچھ بیان فرمائیے۔ کہنے لگے کہ حضرت عیسیٰؑ ایسا ایسا روزہ رکھتے تھے۔ سائل بولا میں آپ کے روزہ سے متعلق سوال کرتا ہوں فرمایا کہ حضرت داؤد اس اس طرح روزہ رکھتے تھے۔ پھر سائل نے وہی کہا کہ میں تو آپ کے روزوں کی نسبت پوچھ رہا ہوں۔ آپ نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اس طرح روزہ رکھتے تھے۔ اس مرتبہ سائل نے پھر اسی سوال کو دہرایا تو آپ نے فرمایا کہ میں تو ہمیشہ روزہ سے رہتا تھا لیکن اگر کوئی شخص میری دعوت کرتا تو میں کھانا کھا لیتا تھا اور یہ نہیں کہتا تھا کہ میں روزہ سے ہوں۔

محمد بن منصور کی روایت ہے کہ میں نے ایک دن حضرت معروف کرخیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر دیکھا کہ ان کے چہرہ پر زخم کا کوئی نشان ہے۔ میں نے چاہا کہ ان سے اس کی وجہ دریافت کروں لیکن ان کے رعب و جلال کی وجہ سے ہمت نہ ہوئی۔ ان کے پاس ایک اور شخص بیٹھا ہوا تھا جو مجھ سے جری تھا اس سے رہا نہ گیا اور زخم کا سبب پوچھ بیٹھا۔ حضرت معروف نے بات کو ٹالنے کے لئے فرمایا "بھائی تم اپنا کام کرو۔ اس نوع کے سوالات سے تم کو کیا فائدہ پہنچے گا؟ اس نے دوبارہ اصرار کیا۔ اس مرتبہ بھی حضرت معروف نے وہی جواب دیا مگر جب تیسری مرتبہ اس نے زیادہ اصرار کے ساتھ سوال کیا تو آپ کو فرمانا پڑا

کہ میں گزشتہ رات بیت اللہ الحرام چلا گیا تھا جب میں زمزم پر پانی پینے کے لئے حاضر ہوا وہاں میرا پاؤں پھسل گیا اور میرا چہرہ دروازہ سے ٹکرا گیا۔ یہ نشان اس وجہ سے ہے۔ اس واقعہ سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معروف کرخیؒ صاحب کرامت بزرگ تھے وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے احوال کا بہت اخفا کرتے تھے۔

ہر دلعزیزی :

حضرت معروف کرخیؒ اپنے باطنی و روحانی کمالات کی وجہ سے اس درجہ ہر دلعزیز تھے کہ لوگ اپنے بچوں کا نام ان کے نام پر رکھتے تھے اور مقصد یہ ہوتا تھا کہ شرف ہمنامی سے برکت حاصل کریں۔

حضرت سفیان بن عینیہ کی خدمت میں بغداد کا ایک وفد حاضر ہوا، آپ نے اس سے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا بغداد سے۔ بغداد کا نام سن کر آپ نے دریافت کیا کہ عالم اجل کا کیا حال ہے؟ تو اہل وفد نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ حضرت سفیان نے فرمایا ابو محفوظ معروف کرخیؒ۔ بغدادیوں نے کہا کہ وہ خیریت ہیں۔ حضرت سفیان بن عینیہ نے ارشاد فرمایا جب تک وہ بغداد میں رہیں گے اہل بغداد خیریت رہیں گے۔

وفات :

آپ نے ۲۰۰ ہجری یا ۲۰۱ ہجری میں بغداد میں وفات پائی۔ بغداد میں آپ کا مزار پر انوار بہت مشہور ہے اور لوگ اس سے برکت و سعادت حاصل کرتے ہیں۔

ابراہیم الحربی کا بیان ہے کہ معروفؒ کی قبر ایک آزمودہ تریاق ہے۔ ☆

(ماخوذ)

بقیہ : مجموعۂ شریعت محمدیہ ﷺ

کا مطلب یہ ہے کہ نماز گزار جب قیام کی حالت میں کھڑا ہو تو اس کا انداز یوں رہے کہ کسی تکلیف یا دیگر عذر شرعی کے بغیر نہ وہ دائیں طرف کو جھوم جائے اور نہ ہی بائیں جانب کو بلکہ اطمینان کے ساتھ پر سکون کھڑا رہے۔

۴۔ "منہ کے آداب" کا مطلب یہ ہے کہ قیام کی حالت میں نماز گزار کا رخ صرف اور صرف قبلہ کی طرف ہی رہے اور کسی غیر قبلہ کی طرف اس کا رخ نہ ہو۔

ان مذکورہ آداب کی خلاف ورزی کی صورت میں نماز ناقص ٹھہرتی ہے اور نماز گزار کے حق میں اس پر خوشگوار اخروی فائدہ مرتب ہونا مشکل ہے۔

(جاری ہے)

یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محراب مسجد پر
یہ ناداں گر گئے سجدوں میں جب وقت قیام آیا

بقیہ : آپ کے مسائل اور ان کا حل

شفق غائب ہو جاتا ہو تو وہ بھی کافی ہے۔

جواب نمبر ۵۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

نمازگزاروں کی صفیں سیدھی ہوں۔ نماز گزار حضرات کسی تنگی کے بغیر ایک دوسرے سے متصل ہوں یعنی آرام آرام سے آپس میں ملے ہوئے ہوں۔

جواب نمبر ۶۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

شریعت محمدیہ کی رو سے ہر پاک چیز پر سجدہ کرنا درست ہے جو کسی سے غصب شدہ نہ ہو۔ لہٰذا سوال میں مذکور سجدہ گاہ کا ہونا شرعاً ضروری ہے اور نہ ہی بہتر۔

امید ہے سائلین اپنے سوالات کے جوابات سے مطمئن ہوں گے

احوالِ صوفیاء سلسلۃ الذہب

احوالِ حضرت خواجہ اسحاق ختلانیؒ

غلام حسن نوربخش ایم۔اے

آپ کا نام خواجہ اسحاق تھا۔ آپ ختلان کے امیر علیشاہ ختلانی کی اولاد میں سے تھے جو ظاہر و باطن میں بزرگ تھے۔ آپ کے والد کا نام امیر آرام شاہ تھا جو ختلان کے رئیس تھے۔ آپ کا خاندان علمی، روحانی اور سیاسی طور پر ممتاز تھا۔ امیر تیمور کے غلبے کے باوجود علاقے میں آپ کے والد گرامی اور دادا کو فیصلہ کن اثر و رسوخ حاصل تھا۔ خلاصۃ المناقب کے مطابق ایک دفعہ نورالدین جعفر بدخشی نے حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی سے پوچھا کہ ختلان کے لوگوں میں مشہور ہے کہ خواجہ علیشاہ ختلان نے حضرت خضر کو پایا تھا اور انہوں نے ان سے دین و دنیا اور اولاد و اموال کی دولت چاہی تھی کیا یہ مشہور بات درست ہے؟ حضرت امیر کبیر نے جواب میں فرمایا کہ علی شاہی خاندان کو اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا کی سعادتوں اور برکتوں سے سرفراز فرمایا ہے اس لئے حضرت خضر کو بھی یقیناً پایا ہوگا۔

(خلاصۃ المناقب ص ۲۹۱)

جب اللہ تعالیٰ کسی کی ہدایت اور رہنمائی چاہتا ہے تو کوئی نہ کوئی اسباب و علل پیدا فرماتا ہے۔ یہ اسباب و علل اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ پر مبنی ہوتے ہیں لیکن ظاہر بین آنکھیں انہیں مصائب و ابتلاء کے سوا کچھ نہیں دیکھتیں۔ حضرت خواجہ اسحاق ختلانی کی روحانی تربیت اور ذہنی رہنمائی کے لئے ایسے ہی اسباب و علل پیدا ہو گئے تھے۔ ملا محمد علی کشمیری شیخ شمس الدین عراقی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کو کسی بھی جگہ آرام و سکون نہ ملا سوائے ختلان کے۔ ایک دفعہ آپ وہاں پورے آٹھ مہینے ٹھہرے۔ یہ مدت خواجہ اسحاق ختلانی کے خاندان میں گزاری، جو علیشاہی خاندان کے نام سے معروف تھا۔ جب خواجہ اسحاق کے دادا مبارک شاہ کو آپ کی روحانی وجاہت اور معنوی کمالات کا علم ہوا ایک دن انہوں نے خواجہ اسحاق کو جو بہت چھوٹا بچہ تھا گود میں اٹھایا اور ایک قینچی سمیت میر سید علی ہمدانی کے پاس لے آیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس بچے کو اپنے حلقہ ارادت میں لے لیں اور اس بات پر بہت اصرار کیا چنانچہ آپ نے اس بچے (خواجہ اسحاق) کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل کر لیا۔

(تحفۃ الاحباب ص ۱۴۰)

راہِ تصوف میں قدم :

چونکہ خواجہ اسحاق ابھی چھوٹے تھے اس لئے ریاضت و مجاہدہ نہیں کر سکتے تھے۔ میر سید علی ہمدانی ٹھیک بارہ برس بعد ختلان سے روانہ ہوئے۔ ختلان سے کچھ فاصلے پر ایک دریا بہتا تھا جو "آب آفسو" کہلاتا تھا۔ میر سید علی ہمدانی کنارِ دریا ٹھہر گئے تاکہ کسی کے ساتھ دریا پار کر سکیں۔ تھوڑی دیر میں خواجہ اسحاق بھی اپنے دوستوں اور خدمت گاروں کے ساتھ شکار کھیلتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ میر سید علی ہمدانی کو خواجہ نے اپنے ساتھ گھوڑے پر سوار کر لیا۔ جب دریا کے درمیان پہنچے تو خواجہ نے کہا

کہ درویش مجھے مضبوطی سے پکڑے رکھیں۔ آپ نے فی الفور فرمایا۔

'چناں مضبوط گرفتم کہ تا قیامت تراازدست نگزارم'

'میں نے تمہیں اتنا مضبوط تھام لیا ہے کہ قیامت تک ہاتھ سے نہ چھوڑوں گا'

دریا پار کرنے کے بعد خواجہ اسحاق کی استدعا پر آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ خواجہ اسحاقؒ نے تجدید توبہ کے ساتھ ساتھ حضرت امیرؒ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ ساتھ ہی ان کے بھائی اور دیگر اہل خاندان نے بھی بیعت کی۔ اس طرح ختلان کے علاقے میں بہت سے اولیائے کرام پیدا ہوئے اور طریقہ ہمدانیہ وہاں بھی رواج پا گیا۔

(تحفۃ الاحباب صفحہ ۱۴۵)

کلمۃ الثناء :

سید محمد نور بخشؒ :

جو آپ کے پیر بھی ہیں اور مرید بھی آپ کا تعارف یوں فرماتے ہیں۔

بود خواجہ اسحاق شیخ ہمداں   کہ در دور خود بود قطب جہاں

(صحیفۃ اولیاء ص ۳۳)

حضرت قطب الانام، مخدوم علی الاطلاق کامل و مکمل باستحقاق مرکز دائرۂ انفس و آفاق خواجہ اسحاقؒ

(کشف الحقائق ص ۱۴)

ڈاکٹر استخری:

بعد ایشاں خواجہ اسحاق گزیں   آمد از ختلان و شد مسند نشین

(مقدمہ خمخانہ وحدت ص ۳۴)

حافظ حسین :

حضرت مخدوم علی الاطلاق، مرشد الانفس و الآفاق، قطب الاولیاء باستحقاق، المقرب الی حضرت الخلاق، رکن الطریقہ بالتحقیق، خواجہ اسحاق قدس اللہ روحہ

(روضات الجنان دوم ص ۲۴۳)

محمد علی کشمیری :

نسبت او با آفتاب ھدیٰ
خواجہ اسحاق زبدۃ الشھداء
بہ یقین دان کہ شاہ شاہان است
ہم بتحقیق قطب اعیان است

(تحفۃ الاحباب ص ۲۹۳)

بقا کنجاہی :

جنابش چرخ والا چاکر او
جنابش عرش اعظم بر در او
ہمہ عالم چو خاتم در بر او
چو حلقہ آسمانہا بر در او
فلک با آن ہمہ تمکین و حشمت
کمر از کہکشان بستہ بخدمت
بیا بنشین بقا بر خاک این در
کہ تا بینی مراد خویش در بر
بقای خود فنای خاک او کن
مدد جوئی زروح پاک او کن

(چہار فصل کاملی)

ریاضت و مجاہدہ :

ریاضت و مجاہدہ اولیائے کرام کا شعار ہے جس کے

ذریعے وہ نفس کی سرکوبی کرتے ہیں۔ قلب و نظر کو مادی آلودگیوں سے پاک و صاف کرتے ہیں۔ آئینہ دل کی صفائی ریاضت شاقہ کے بغیر ممکن نہیں ہوتی۔ جس کے ذریعے وہ ایمان ویقین پاتے ہیں۔ خواجہ اسحاقؒ کی ریاضت کا حال نورالدین بدخشیؒ کے اس بیان سے واضح ہو جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

ایک بار اس حقیر فقیر پر حضرت شاہ ہمدان نے عتاب فرمایا کہ جو کچھ کہتے ہو اس پر عمل کیوں نہیں کرتے کہ خاطر خواہ ترقی کرتے رہو؟ شمس الدین اور اسحاق کو دیکھو کس طرح وہ میری ہدایات پر عمل کرتے ہیں چنانچہ وہ تم سے آگے نکل گئے ہیں اب تم پچاس سال ریاضت کرو تب بھی ان تک نہیں پہنچ پاؤ گے۔

(روضات الجنان جلد دوم ص ۲۴۳)

دوسری دفعہ فرمایا کہ شمس الدین سالک بہوت ہے اور اسحاق بھی پہلوان ہے۔

(خلاصۃ المناقب)

کثرت ریاضات و مجاہدات اور فضل و کرم خداوندی کی وجہ سے آپ درجہ کمال کو پہنچے اور مرشد انفس و آفاق بن گئے جس کا ثبوت بکثرت ارباب فضل و کمال کی آپ سے وابستگی ہے۔

شاہِ ہمدانؒ سے عقیدت :

شاہ ہمدان وہ ہستی ہیں جن کے بارے میں میر سید محمد نور بخشؒ فرماتے ہیں کہ

پس از شاہ مردان چو سید علی
بدین جامعیت نیامد ولی

ایسی جامع و کامل اور مکمل انسان کی دوستی کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ خواجہ اسحاقؒ ختلانی کو آپ سے بڑی عقیدت و محبت تھی چنانچہ حافظ حسین کا بیان ہے کہ ایک دفعہ شاہ ہمدانؒ ختلان میں مقیم تھے اور ختلان کے اکابر و اشراف آپ سے مستفید ہو رہے تھے۔ حاسدین نے امیر تیمور سے چغلی کھائی اور کہا کہ امیر آرام شاہ کے بیٹے خواجہ اسحاق شاہ ہمدان کے مرید ہو گئے ہیں کیونکہ امیر آرام شاہ کو امیر تیمور کی سلطنت میں بڑا رسوخ حاصل تھا اس لئے یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ خواجہ اسحاق کی شاہ ہمدان سے ارادت کہیں امیر تیمور کے زوال کا سبب نہ بنے چنانچہ شاہ ہمدانؒ بلائے گئے۔ جب آپ کی دربار طلبی کی اطلاع خواجہ اسحاقؒ کو ملی تو وہ تیزی کے ساتھ دربار تیموری میں حاضر ہوئے۔ تیمور نے دیکھتے ہی حکم دیا کہ اس کے سر سے دستار سیاہ لے لیا جائے۔ خواجہ اسحاق نے فرمایا میں اسے اتارنے نہیں دوں گا جب تک میرا سر گردن سے نہ اترے۔ یہ وہ دستار ہے جسے میرے مرشد نے مجھے دیا ہے پھر حکم دیا کہ بصورت دیگر ۲۰۰۰ قچاق کے گھوڑے دینے ہوں گے۔ خواجہ نے گھوڑے دینا قبول کیا شاہ ہمدان کو گزند نہ پہنچانے دیا۔

(روضات الجنان ج ۲ ص ۲۴۴)

خلفاء و مریدین :

سلسلہ ذہب کے دوسرے بزرگوں کی مانند آپ سے ہزاروں خلق خدا مستفید و مستفیض ہوئے کیونکہ آپ نے طویل عمر پائی تھی اور ۷۸۶ میں شاہ ہمدان کے وصال کے وقت سے آپ سلسلہ ہمدانیہ کبرویہ کے پیر طریقت اور مرشد حقیقت تھے چنانچہ آپ نے ۷۸۶ سے ۸۲۶ تک چالیس سال تک شیخ و مرشد کی حیثیت سے گزارا۔ اس دوران بکثرت خلق خدا کی تربیت میں مشغول رہے۔ ان میں سے مندرجہ ذیل حضرات آپ کے خلفاء و مریدین تھے۔

۱۔ سید محمد نوربخش قہستانیؒ رے
۲۔ سید عبداللہ برزش آباد

۳۔ شیخ زین الدین ابراہیم ختلان

۴۔ مولانا علی شیخ

۵۔ مولانا جمال الدین معروف بہ خواجہ خورد

۶۔ سید علی شبرغان

۷۔ سید حسن مرغی

۸۔ میر درویش بدخشان

۹۔ درویش اختیار یزد

۱۰۔ شیخ محمود کامل شیراز

۱۱۔ شیخ سلطان کشمیر

۱۲۔ حاجی حسین ختلان

۱۳۔ شیخ بہاؤالدین گنج بخش کشمیر

۱۴۔ شیخ حبیب علی شاہی ختلان

۱۵۔ شیخ قوام الدین پوسخ

۱۶۔ شیخ عطاء مجذوب

۱۷۔ خواجہ حاجی محمد ختلان

۱۸۔ بابا عثمان گنائی کشمیری

ان مریدین میں سے بعض بڑے فضل و کمال کے مالک تھے۔ شیخ سلطان کشمیری اور شیخ بہاؤالدین کشمیری نے کشمیر میں گراں قدر دینی خدمات سرانجام دیں جن کے کارناموں کی تفصیل تاریخ کشمیر اور تحفۃ الاحباب میں مذکور ہے۔ سید محمد نوربخشؒ سے سلسلۂ نوربخشیہ جاری ہوا۔ سید عبداللہ برزش آبادی سے ذہبیہ سلسلہ نکلا۔ یہ دونوں سلسلے ابھی تک جاری ہیں اور دونوں سلسلوں میں نہایت اہم شخصیات گزر چکی ہیں جنہوں نے اسلامی ممالک کی تہذیب و تمدن اور مسلمانوں کی معاشرت پر گہرا اثر ڈالا۔ اس ضمن میں سلسلۂ نوربخشیہ کے میر شمس الدین عراقیؒ اور سلسلہ ذہبیہ کے شاہ ولی اللہ دہلوی جیسی شخصیات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ ان کے علاوہ بابا عثمان گنائی کشمیری اور شیخ بہاء الدین گنج بخش بہت بلند پایہ روحانی شخصیات ہیں جن سے کثیر تعداد میں کشمیری مستفید ہوئے اور ہزاروں ہندو ان کے ہاتھوں مشرف باسلام ہوئے۔

شوق شہادت اور شہادت :

اسلام میں شہادت سے بڑھ کر کوئی چیز افضل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم شہید کو زندۂ جاوید قرار دیتا ہے اور اسے دوسرے مرنے والوں کی مانند سمجھنے سے منع کرتا ہے لیکن یہ سعادت ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتی۔

خواجہ اسحاق ختلانیؒ ہر وقت شہادت کی تمنا کرتے رہتے تھے جس کیلئے ابن الکربلا کی 'شہادت آفاقی' کی اصطلاح استعمال کرتے تھے۔ ایک دن مولانا محمود بلخی کی مجلس میں بیٹھے تھے جہاں ایک رسالہ پڑھا جارہا تھا۔ اس رسالے میں ایک حدیث قدسی نقل ہوئی تھی جو یوں تھی۔

لایزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ عشقتہ و اذا عشقتہ قتلتہ و اذا قتلتہ فعلی دیتہ و من علی دیتہ فانا دیتہ

"بندہ نوافل کی کثرت سے مجھ سے قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مجھے پسند آتا ہے۔ جب کوئی مجھے پسند آتا ہے میں اس سے عشق کرتا ہوں اور جس سے عشق کرتا ہوں اسے قتل کرتا ہوں جس کو قتل کروں مجھ پر اس کی دیت لازم آتی ہے پس میں خود اس کی دیت ہوں۔"

یہ حدیث سن کر فرمایا یہاں عشق حقیقی کا سچا مصداق شہادت ہے۔ الحمد اللہ ہمیں بکثرت بار نفسی شہادت انفسی حاصل ہوئی ہے کاش شہادت آفاقی بھی حاصل ہو تو ارباب ظاہر و باطن کے لئے دلیل محبت اصلی بن جائے گا۔

اس تمنا کے ایک ماہ بعد ۸۲۷ ھ میں آپ درجہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۹۶ سال تھی۔

(روضات الجنان ج ۲ ص ۴۸)

بقول ابن الکربلائی جس وقت آپ شہید ہوئے چند اکابر اولیاء کو مشاہدہ ہوا کہ آسمان سے خون برس رہا ہے۔ یہ بات آپ کے قطب ہونے کی نشانی ہے۔

آپ کے ساتھ دوران جنگ ۸۰ صوفیہ اور دوسرے بہت سے لوگ شہید ہوئے جن میں خواجہ اسحاق کے دو بیٹے بھی تھے یہ جنگ بلخ میں ہوئی تھی۔

(روضات الجنان ج ۲ ص ۲۵۰)

مختلف تاریخوں میں اس جنگ کے کوائف بیان ہوئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ۸۲۶ ھ میں خواجہ اسحاق ختلانی اور میر سید محمد نور بخش مع مریدین باصفاء ختلان کے مضافات میں دعوت حق میں مصروف تھے کہ مرزا شاہرخ گورگان کے عامل سلطان بایزید گورنر ختلان نے خطرہ محسوس کرتے ہوئے اس علاقے کا محاصرہ کر لیا اور ایک بڑی فوج لے کر خواجہ اسحاق اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔ اس طرح دوبدو جنگ چھڑ گئی۔ چونکہ خواجہ اسحاق، سید محمد نور بخشؒ اور ان کے ساتھی بالکل نہتے تھے اس لئے بکثرت شہید ہوئے۔ خواجہ اسحاق اور سید محمد نور بخش کو گرفتار کر لیا گیا۔ خواجہ اسحاق کے بہت سے بدخواہ دربار شاہرخ میں موجود تھے انہوں نے شاہ رخ اور بایزید کے کان بھرے یوں خواجہ اسحاق کے قتل اور سید محمد نور بخش کی قید کا حکم صادر ہوا۔ اس طرح یکم شوال ۸۲۶ کو آپ بلخ میں شہید کر دیئے گئے۔ شہادت کے بعد آپ کا سر تن سے جدا کر دیا گیا تھا۔ سر مبارک اس وقت کے دار لحکومت ہرات بھیج دیا گیا جسے آپ کے عقیدت مندوں نے کابل لا کر دفن کر دیا۔ آج بھی کابل کے نواح میں گاؤں خوچک دہ میں پل مستان اور چمن حضوری کے قریب آپ کی زیارت گاہ ہے جو افغانوں میں زیارت خواجہ اسحاقؒ کے نام سے مشہور ہے اور آپ خود شاہ شہیداں کے نام سے مشہور تھے۔

(تفصیلات کیلئے دیکھئے دانش شمارہ ۵ ص ۲۳)

آپ کا جسد خاکی بلخ کی جامع مسجد کے پہلو میں مدفون ہے۔

(تحفۃ الاحباب اردو ترجمہ ص ۳۴۳)

آپ کا جسد خاکی سمرقند میں ہونے کی تفصیل کچھ یوں ملتی ہے کہ نور الدین مدرس سمریہ تالیف ابو طاہر سمرقندی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

آپ کا مزار مبارک سمرقند کے مضافات میں سمرقند سے ۲۰ فرسنگ کے فاصلہ پر کوہسار میں واقع ہے۔ اس کوہسار کا نام کوہ خان ہے۔ آپ کا مزار ایک غار کے دہانے پر واقع ہے۔ آپ کے جسد مبارک کا ناف سے اوپر کا حصہ غیر مدفون (باہر) ہے۔ کبوتروں کے بال و پر بکھرے پڑے ہیں۔ آپ کا چہرہ مغرب کی طرف اور پشت مشرق کی طرف ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صور اسرافیل کے منتظر ہیں۔ غار کی چھت سے قطرہ قطرہ پانی ٹپکتا رہتا ہے۔ چند قدم کے بعد پانی پتھروں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ غار کے قریب پھولوں کا چمن ہے جس میں سال میں دوبار پھول کھلتے ہیں۔ ان کا رنگ سرخ ہے۔ متعدد بار پتھر اور مٹی سے غار کا منہ بند کرنے کی کوشش کی گئی ہے مگر وہ خود بخود کھل جاتی ہے۔

(سلسلہ ہائے صوفیائے ایران ص ۱۶۷۔۱۶۸)

مطابق حاشیہ حوالہ بالا آپ کا مزار مبارک شہر کے قریب مشرق کی طرف واقع ہے اور شاہ شہیدان کے نام سے مشہور ہے۔ ☆

تاریخ مذہب (گزشتہ سے پیوستہ)

محمدؐ و مسیحؑ

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

عنوان بالا کے تحت گزشتہ شمارے میں ہم نے اس تقابلی مطالعے کے ترجمے کا پہلا حصہ پیش کیا تھا جو مشہور عیسائی مصنف مائیکل ہارٹ نے حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام اور حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیر طیبہ کے ضمن میں کیا ہے اور تاریخ انسانی پر سیرت محمدؐ کے مرتب شدہ اثرات کو سیرت مسیحؑ کے پیدا کردہ اثرات پر نمایاں فوقیت دیتے ہوئے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو تاریخ انسانی کی سب سے بااثر شخصیت قرار دیا ہے۔ سیرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا اجمالی ذکر گزشتہ شمارے میں کیا گیا ہے۔ ذیل میں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا مبارک تذکرہ درج کیا جاتا ہے۔ جن قارئین نے اس مضمون کی گزشتہ قسط کا مطالعہ نہیں کیا وہ کماحقہ فائدے کے گزشتہ قسط بھی ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت کے تاریخ انسانی پر مرتب ہونے والے اثرات اتنے اہم اور واضح ہیں کہ کچھ لوگ اس بات پر معترض ہوں گے کہ میں نے دنیا کے سب سے بڑے مذہب کے بانی کو تاریخ انسانی کی بااثر ترین شخصیات میں پہلا مقام کیوں نہیں دیا؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ عیسائیت نے انسانوں کی سب سے زیادہ تعداد کو حلقہ بگوش کیا ہے لیکن میں نے اپنی کتاب میں مختلف مذاہب کے اثر کو نہیں بلکہ مختلف انسانوں کی شخصیت کو موضوع بحث بنایا ہے۔ اس لحاظ سے دین اسلام کے برعکس عیسائی مذہب کا بانی صرف حضرت عیسیٰؑ نہیں بلکہ اس کام میں سینٹ پال بھی برابر کے حصہ دار ہیں جنہوں نے مذہب عیسائیت کی تبلیغ و ترویج میں کلیدی کردار ادا کیا۔

حضرت عیسیٰؑ نے عیسائیت کی بنیادی اخلاقیات کی تعلیم فرمائی اور اعمال انسانی کا بنیادی رویہ متعین کرنے اور مذہب عیسائیت کی بنیادی روحانیت کے اصول مرتب کئے جبکہ عیسائی دینیات کی تشکیل سینٹ پال نے کی۔ حضرت عیسیٰ نے محض خدا کا پیغام انسانوں تک پہنچایا جبکہ سینٹ پال نے اس میں خود مسیحؑ کی پرستش کا بھی اضافہ کر دیا۔ علاوہ ازیں انجیل مقدس کے عہد نامہ جدید کا معتدبہ حصہ خود سینٹ پال کی تصنیف ہے اور پہلی صدی عیسوی میں عیسائیت کی تبلیغ میں اہم ترین کردار بھی سینٹ پال ہی نے ادا کیا۔ حضرت محمدؐ اور گوتم بدھ کے برعکس حضرت عیسیٰؑ کم عمری میں ہی فوت ہوئے (اسلامی عقیدے کے مطابق آپؑ مصلوب نہیں ہوئے بلکہ اللہ کی طرف اٹھالئے گئے)۔ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے وقت عیسائیوں کی حیثیت یہود کے ایک چھوٹے سے فرقے کی تھی۔ یہ سینٹ پال کی تحریروں اور انتھک تبلیغی مساعی کا نتیجہ تھا کہ یہ چھوٹا سا یہودی فرقہ ایک بڑی اور مؤثر تحریک کی صورت اختیار کر گیا جس نے یہودیوں کے علاوہ غیر یہودیوں کو بھی متاثر کیا تاآنکہ وہ دنیا کے عظیم مذاہب میں سے ایک مذہب بن گیا۔

ان وجوہات کی بنا پر بعض لوگ تو یہ باور کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی بجائے سینٹ پال کو عیسائیت کا بانی قرار دیا جانا

چاہئے۔ اور اس بحث کا منطقی نتیجہ پھر یہ نکلے گا کہ سینٹ پال حضرت مسیحؑ کی نسبت تاریخ انسانی کی زیادہ بااثر شخصیت قرار پائے گا۔ بہر حال یہ بات اپنی جگہ قائم ہے کہ سینٹ پال کے بغیر عیسائیت کے تاریخ انسانی پر مرتب ہونے والے اثرات خواہ کتنے ہی ہوتے لیکن حضرت عیسیٰؑ کے بغیر عیسائیت کا وجود میں آنا ہی ممکن نہیں تھا۔

یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ بعد کے زمانوں میں عیسائی چرچ اور عیسائیت کے پیروکاروں نے حضرت عیسیٰؑ کے نام سے منسوب کر کے جو کچھ کہا اور کیا ان کا حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات سے دور کا بھی واسطہ تھا بلکہ اگر یہ باتیں ان کی حیات میں ہوتیں تو ان میں سے اکثر کو ناپسند فرماتے۔ مثلاً عیسائی فرقوں کی آپس کی جنگیں اور یہودیوں کا وحشیانہ قتل عام اور ایذا رسانی ایسے تاریخی واقعات ہیں کہ جن کے بارے میں یہ کہنا قطعی خلاف عقل ہے کہ یہ حضرت مسیحؑ کی تعلیمات کا اثر ہیں۔

اسی طرح اگرچہ جدید سائنس کی داغ بیل عیسائی یورپ میں پڑی لیکن یہ کہنا غلط ہوگا کہ حضرت عیسیٰؑ جدید سائنس کے بانی ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دور اول کے عیسائیوں میں کسی نے بھی مسیحی تعلیمات میں سائنسی علوم کی اہمیت کا موضوع تلاش نہیں کیا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ رومی سلطنت پر عیسائیت کے غلبے سے سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کو خاطر خواہ نقصان پہنچا۔

درحقیقت یورپ کے تہذیبی ورثے میں ہی ایسی خاص بات تھی جو سائنسی طرز فکر کے لئے معاون ثابت ہوئی لیکن وہ 'خاص بات' مسیحی تعلیمات نہیں بلکہ یونانیوں کا حقیقت پسندی اور عقلیت پسندی کا رجحان تھا جس کی نمایاں مثال ارسطو اور اقلیدس کے کارنامے ہیں۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ جدید سائنس کی ترقی چرچ کے عروج اور عیسائیت کے فروغ کے دور میں نہیں بلکہ نشاۃ ثانیہ میں ہوئی جب یورپ نے زمانہ قبل از عیسائیت کے ورثے میں دلچسپی لینا شروع کی۔

حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کے واقعات سے انجیل کے عہد نامہ جدید کے قارئین بخوبی واقف ہیں اس لئے میں یہاں انہیں دہرانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ تاہم کئی نکات قابل غور ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کی حیات کے بارے میں جتنی معلومات ہم تک پہنچی ہیں ان میں سے اکثر ناقابل اعتبار ہیں یہاں تک کہ ہمیں ان کے اصل نام کا بھی یقینی علم نہیں ہے شاید یہ نام یہودیوں میں مقبول لفظ 'یسوع' تھا۔ آپ کی سال ولادت کے بارے میں بھی یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے لیکن قرین قیاس یہ ہے کہ آپ سن ٦ قبل مسیح میں پیدا ہوئے۔ حتیٰ کہ آپ کے سال وفات کے بارے میں بھی جو عیسائیوں کو ازبر ہونا چاہئے تھا آج حتمی طور پر کچھ معلوم نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی اپنی ذات سے منسوب کوئی تحریر موجود نہیں ہے اور آپ کی زندگی کے بارے میں ملنے والی ساری معلومات (بعد میں لکھے جانے والے) عہد نامہ جدید سے حاصل ہوتی ہیں۔

بدقسمتی سے بہت سے عیسائی رسول ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ مثلاً متی اور لوقا نے حضرت عیسیٰؑ کی آخری وصیت جس طرح سے درج کی ہے وہ ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں اور اتفاق کی بات ہے کہ ان دونوں روایات کا ماخذ براہ راست انجیل کا عہد نامہ جدید ہے۔

لیکن یہ اتفاق کی بات نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات خود عہد نامہ قدیم (توریت و زبور) سے ماخوذ معلوم ہوتی ہیں۔ عیسائیت کا بانی ہونے کے باوجود وہ خود ایک راسخ العقیدہ یہودی معلوم ہوتے ہیں۔ بلکہ بہت سے معاملات میں وہ

عہد نامہ قدیم کے عبرانی پیغمبروں کی ہو بہو تصویر معلوم ہوتے ہیں جن کی بڑی اثر انگیز شخصیت ہوا کرتی تھی اور اپنے ملنے والے پر دیرپا اثر چھوڑا کرتے تھے۔ وہ سچ مچ بڑی کرشمہ ساز شخصیت کے مالک معلوم ہوتے ہیں۔

تاہم حضرت محمدؐ کے برعکس جن کی سیرت و تعلیمات نے انسانوں کی مذہبی اور سیاسی زندگیوں کو یکساں طور پر متاثر کیا حضرت عیسیٰؑ کی سیرت کا اپنے دور یا آنے والی صدی کے سیاسی ارتقاء پر کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا۔ حضرت عیسیٰؑ کی سیرت کے اثرات صرف عیسائیوں کی اخلاقی اور روحانی زندگی پر ہی مرتب ہوئے۔

اگر حضرت مسیحؑ صرف ایک معلم اخلاق ہی تھے تو دیکھنا چاہئے کہ ان کی اخلاقی تعلیمات نے دنیا کو کتنا متاثر کیا۔ مسیحؑ کی تعلیمات کا مرکزی خلاصہ تو عیسائیت کے 'سنہرے اصول' ہیں۔ آج یہ سنہرے اصول بڑی حد تک عیسائی اور غیر عیسائی دنیا میں ایک معقول ضابطہ اخلاق کے طور پر مانے جاتے ہیں۔ اگرچہ اکثر انسان ان پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے لیکن وہ ان پر عمل کرنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں لیکن اگر یہ سنہرے اخلاقی اصول بھی حضرت عیسیٰؑ کے وضع کردہ ہوتے تو میں یقیناً اپنی کتاب میں ان کو ضرور پہلا مقام دیتا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ یہ سنہرے اصول حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے بہت پہلے یہودیت میں بھی رائج تھے۔ پہلی صدی قبل مسیح کے یہودی ربی ہلال نے ان سنہرے اصولوں کو شدومد سے بیان کیا اور انہیں یہودیت کے بنیادی اصول قرار دیا۔ بلکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ چینی فلاسفر کنفیوشس نے ۵۰۰ قبل مسیح میں انہی سنہرے اصولوں کی تعلیم دی اور یہ تعلیمات قدیم ہندو نظریہ تصنیف 'مہابھارت' میں بھی اسی طرح بیان ہوئی ہیں۔ بالفاظ دیگر عیسائیت کے یہ سنہرے اصول تمام مذاہب عالم کے متفقہ اخلاقی اصول ہیں۔

تو کیا ہم یہ کہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی اپنی اخلاقی تعلیمات ہیں ہی نہیں؟ متی انجیل کی مندرجہ ذیل عبارت اس سوال کا جواب نفی میں دینے پر مجبور کرتی ہے۔

"تم نے ہمیشہ سنا کہ اپنے ہمسائے سے پیار کرو اور اپنے دشمن سے نفرت کرو لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت کرو اور جو تمہیں بددعا دیں تم انہیں دعائے خیر دو جو تم سے نفرت کریں تو ان سے نیکی کرو اور تم سے نفرت انگیز رویہ برتیں اور تم کو تکلیف دیں تم ان کے لئے بھی دعا کرو۔"

اس عبارت سے کچھ پہلے یوں بھی لکھا ہوا ہے۔

"برائی کی مدافعت نہ کرو بلکہ تمہیں کوئی ایک گال پر تھپڑ مار دے تو دوسرا گال بھی اس کے سامنے پیش کرو۔"

اب اگر یہ اخلاقی تعلیمات جو قبل از مسیح کی یہودی تعلیمات کا حصہ ہیں اور نہ کسی اور مذہب سے ماخوذ ہیں ایسی ہی ہوتیں کہ آج انسانوں کی اکثریت ان پر عمل پیرا ہوتی تو مجھے پھر بھی حضرت عیسیٰؑ کو اپنی کتاب میں پہلا مقام دینے میں کوئی تامل نہ ہوتا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ ان تعلیمات پر انسانوں کی اکثریت عمل پیرا نہیں ہے بلکہ ان تعلیمات کو قابل قبول ہی نہیں سمجھا جاتا۔ خود عیسائیوں کی اکثریت اس بات سے متفق ہے کہ دشمن سے محبت کرنے کی تعلیم پر ایک مثالی اور خیالی دنیا میں تو عمل کیا جا سکتا ہے لیکن حقیقی دنیا میں ایسی مثالی تعلیم پر عمل ممکن نہیں ہے۔ ہم نہ ان پر خود عمل کرتے ہیں اور نہ دوسروں سے عمل کی توقع کرتے ہیں اور نہ اپنے بچوں کو ان پر عمل کرنے کی نصیحت کرتے ہیں چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کی سب سے نمایاں اور قابل ذکر تعلیمات بھی دلفریب ہونے کے باوجود ایسے مشورے کی حیثیت رکھتی ہیں جس پر آج تک کسی نے عمل نہیں کیا۔ ☆☆

گل افشانئ گفتار

مفتی محمد عبداللہ صاحب سے انٹرویو کا تکملہ

م۔ ش کوروی

ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل کے اگست کے شمارے میں شیر بیشہ نور بخشیت مفتی محمد عبداللہ صاحب کا فکر انگیز انٹرویو شائع ہوا جسے اندرون ملک اور بیرون ملک نوائے صوفیہ کے قارئین کی کثیر تعداد نے سراہا۔ مفتی محمد عبداللہ وہ جید نور بخشی عالم ہیں جنہوں نے ہمیشہ دین فروشی کی بجائے دین پناہی کو اپنا شیوہ بنائے رکھا ہے۔ مولانا صاحب سے انٹرویو میں عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق بعض دینی مسائل بھی زیر بحث لائے گئے تھے جنہیں نذر قارئین کیا جاتا ہے۔ اس انٹرویو کو بار دیگر ریکارڈ کرائے جانے کے باوجود گزشتہ انٹرویو سے متصل سمجھا جائے۔

م۔ ش: دعوات الصوفیہ میں روحانی روابط کے بعد واعصمنا سے آغاز کر کے دعائے ترقی درجات پڑھی جاتی ہے۔ کیا یہ مستند ہے؟

مفتی صاحب: جی ہاں۔ یہ مستند ہے۔

م۔ ش: یہ دعا کیوں پڑھی جاتی ہے؟

مفتی صاحب: در حقیقت ہر چیز کی کوئی نہ کوئی بنیاد اور اساس ہوا کرتی ہے جس کی غیر موجودگی میں وہ چیز بے بنیاد ٹھہرتی ہے۔ تصوف اک مہتم بالشان علم، تحریک اور نظام حیات ہے بھلا وہ بے اصل اور بے بنیاد کیونکر ہو سکتی ہے؟ چنانچہ جس طرح علم حدیث، تفسیر اور فقہ کی سند ہے جس کے ذریعے یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ ان علوم کا سلسلہ روایت مسلسل و معنعن رسول اللہؐ تک جا پہنچتا ہے بالکل اسی طرح شجرۂ طریقت کے ذریعے یہ ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے کہ عہد حاضر سے عہد رسالت تک مسلسل و متصل ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسے روحانی روابط اور زنجیرۂ طریقت بھی کہا جاتا ہے۔ تمام سلاسل تصوف میں اپنا اپنا زنجیرۂ طریقت موجود ہے۔ اہل صوفیہ نوربخشیہ اپنے سلسلہ طریقت کو سلسلۃ الذہب (سونے کی زنجیر) کہتے ہیں جس سے مذہب کا اثبات ہوتا ہے۔

م۔ ش: اس کے اختتام پر لانھم ائمتنا فی الدین و علیٰ طریق الحق و الیقین و ھذا حبل اللہ المتین پڑھتے ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟

مفتی صاحب: اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہمارے ائمہ دین ہیں جو حق اور یقین کے راستے پر ہیں اور یہ مضبوط رسی منجانب اللہ ہے جو قیامت تک منقطع نہیں ہوگی۔

م۔ ش: روحانی روابط میں حضرت امام علی رضاؑ کے بعد حضرت امام محمد تقیؑ، حضرت امام علی نقیؑ، حضرت امام حسن عسکریؑ اور حضرت امام مہدیؑ کے اسمائے گرامی نہیں لئے جاتے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

مفتی صاحب: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت امام علی رضاؑ کا وصال ہوا اس وقت آپ کے فرزند ارجمند حضرت امام محمد تقیؑ کا سن شریف چھ برس تھا۔ اور فقہ احوط سے ثابت ہے کہ طریقت میں بلوغت کی حد کم از کم بیس سال ہے۔ امام محمد تقیؑ ابھی

بیس سال کے نہیں ہوئے تھے اس لئے نماز، روزہ، حج نیز شریعت، طریقت اور حقیقت کے مکلف بھی نہیں تھے۔ چونکہ امام امت بن سکیں۔ شریعت، طریقت اور حقیقت کے معنی ہیں رسول اللہؐ کے اقوال، افعال اور احوال کی بجا آوری کرنا جیسا کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ

الشریعة اقوالی والطریقة افعالی و الحقیقة احوالی

شریعت میرے اقوال، طریقت میرے افعال اور حقیقت میرے احوال کا نام ہے۔

چنانچہ معصوم بالذات ہونے کے باوجود آپ احکام الٰہی کے مکلف نہیں تھے یہی وجہ ہے حضرت امام علی رضا کے وصال کے وقت سلسلۂ طریقت حضرت معروف کرخیؒ تک پہنچا پھر ان کے بعد حضرت سری سقطیؒ اور بعد کے مشائخ کی طرف چلا۔ یوں مذکورہ چاروں ائمہ کرام علیہم السلام زنجیرۂ طریقت میں موجود نہیں ہیں۔ لیکن سلسلۂ طریقت میں نہ آنے سے ان کی امامت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسی طرح اس سے ہمارے عقیدۂ امامت میں بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہی وجہ ہے کہ نوربخشی بزرگوں نے اپنی اپنی کتابوں میں جہاں سلسلہ طریقت درج کیا ہے وہاں حضرت معروف کرخیؒ سے حضرت امام علی رضا کا اسم مبارک متصل ہے۔

م۔ ش: فیوض روحانی میں 'واز ایشان اعانت و یاری طلبیم ظاہرا و باطنا دینا و دنیا' پڑھا جاتا ہے۔ کیا صوفیہ نوربخشیہ کے عقائد کے مطابق مردے اعانت و یاری کر سکتے ہیں؟

مفتی صاحب: جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کے جسم کو موت آتی ہے۔ اس کی روح کو موت نہیں آتی بلکہ وہ زندہ رہتی ہے خواہ وہ کسی پیغمبر کی روح ہو یا عام آدمی کی۔ لیکن یہ روح اس قدر لطیف ہوتی ہے کہ ہمارے حواس اسے محسوس کرنے سے قاصر ہیں۔ جب آدمی ایک حد تک ریاضت کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں آدمی کی روحانی قوت یا باطنی قوت مضبوط ہو جاتی ہے اور وہ روح کے ساتھ رابطہ کر سکتا ہے۔ نہ صرف وہ اسے دیکھ اور سن سکتا ہے بلکہ اس سے کام بھی لے سکتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے اس روح سے مدد و اعانت بھی حاصل کر سکتا ہے۔ اس طرح کے ہزاروں واقعات موجود ہیں۔

م۔ ش: دعوات الصوفیہ میں جہاں تمام اعمال ہائے واجب و سنت و نوافل کا ذکر ہے وہاں ماتم اور اعتکاف کا ذکر نہیں ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

مفتی صاحب: ماتم کی تعریف ہے کسی مسلم میت یا شہید پر رونا۔ دعوات الصوفیہ معمولات ضروریہ کی کتاب ہے۔ جس میں چھوٹے بڑے اعمال کا اندراج ہے۔ اسی طرح فقہ احوط فقہ کی مبسوط کتاب ہے مگر یہ مصائب کی کتابیں نہیں ہیں اس لئے ماتم کا ذکر نہ فقہ احوط میں ہے اور نہ دعوات صوفیہ میں۔ اعتکاف کے بارے میں فقہ الاحوط میں ایک علیحدہ باب موجود ہے جس پر اہل صوفیہ نوربخشیہ عمل پیرا ہیں۔

م۔ ش: فقہ احوط میں ماتم کا ذکر نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟

مفتی صاحب: پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک فقہی کتاب ہے اس لئے تمام فقہی کتابوں کی طرح اس میں بھی ماتم کا ذکر نہیں ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ کے زمانے میں موجودہ طریقہ ماتم رائج ہی نہیں تھا۔ جو طریقہ فی زمانہ رائج ہے وہ ۱۸۴۰ء میں بلتستان میں ڈوگرہ تسلط کے بعد مشکلات میں گھرے ہوئے نوربخشیوں میں شروع ہوا تھا۔

م۔ ش: پہلے حاجت برداری کے لئے نماز ہائے حاجات

یا طلب باران کے لئے نماز استسقاء وغیرہ پڑھی جاتی تھی اب بعض لوگ اس مقصد کے لئے ماتم کی مجلس بپا کرتے ہیں۔ کتب اسلاف کی روشنی میں کونسا عمل قرین اصل ہے؟

مفتی صاحب: نماز استسقاء اور نماز حاجت کا بجالانا تو یہ اسلاف کی روشنی میں درست ہے۔ اقتضائے وقت کے لحاظ سے ماتم کی مجلس منعقد کر کے ان ائمہ کے واسطہ دے کر جن کے نام دعائے تشفع میں آتے ہیں، رب العلمین سے دعا کرنا غیر مشروع عمل نہیں ہے لیکن عملاً چونکہ یہ عمل ہمارے ہاں پہلے رائج نہیں تھا اس لئے ایک پیوندکاری قرار دی جاسکتی ہے۔ اس طرح کی نئی چیزوں کی بجائے اپنی دینی کتابوں میں مندرج عملیات نہ صرف بہتر ہیں بلکہ مستند بھی ہیں۔

م۔ش: تحفۃ الاحباب کے اردو ترجمہ میں سلسلہ ذہب کا منظوم بیان ہے جس میں حضرت امام حسن علیہ السلام سلسلۂ ذہب کے شیوخ میں داخل نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

مفتی صاحب: اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت امام حسنؑ و حضرت امام حسینؑ دونوں براہ راست حضرت علی علیہ السلام کے شاگرد و مرید ہیں۔ دونوں ہی ہم عمر اور ہم درس ہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت امام حسن علیہ السلام کے شاگرد نہ تھے بلکہ براہ راست حضرت علی علیہ السلام کے فیض یافتہ شاگرد تھے اس لئے سلسلہ طریقت براہ راست حضرت امام حسینؑ سے حضرت امام علی علیہ السلام تک پہنچتا ہے نہ کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے توسط سے۔ اس سے حضرت امام حسن علیہ السلام کے امام برحق ہونے کے عقیدے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ امامت اور ولایت مخصوص صفات ہیں۔ اہل صوفیہ تو خطبہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی امامت پر اپنے غیر متزلزل یقین کا اظہار دعائے تشفع میں کرتے ہیں جو دعوات الصوفیہ میں مندرج ہے۔

م۔ش: امامت کا سلسلہ اول علی و آخر مہدیؑ اور سلسلۂ ذہب از علی تا یوم الدین دو سلسلے بنتے ہیں؟ یہ فرق کیوں ہے؟

مفتی صاحب: ائمہ معصومین کی تعداد بارہ اپنی جگہ درست ہے لیکن امامت اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی ریاست کا نام ہے اور خلافت بھی اسی کی ضمنی چیز ہے چنانچہ عمر کی قید کے بغیر امامت کا سلسلہ تا قیام قیامت موجود ہے جبکہ خلافت کا سلسلہ بقید عمر و مکلف بالعبادات تا دامن قیامت جاری و ساری رہے گا۔ سلسلہ طریقت میں شیخ کی اصطلاح آئی ہے۔ لغت میں شیخ ضعیف العمر آدمی کو کہتے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں ماہر فن کو بھی شیخ کہتے ہیں چنانچہ شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت جیسے منازل اربعہ کے ماہر کو بھی شیخ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے کہہ چکا ہوں کہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ اور ان کے بعد کے ائمہ اگرچہ تمام منازل اربعہ میں پیدائشی طور پر ماہر تھے مگر اقتضائے عمر اور مکلف بالعبادات ہونے اور اظہار خلافت سے پہلے شہید ہوئے ہیں اس لئے سلسلۂ ذہب میں ان کا شمار نہیں کیا گیا اس کے باوجود عملاً کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا۔

م۔ش: کتاب الاعتقادیہ میں ہے کہ جس طرح شریعت میں انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا واجب ہے اسی طرح طریقت میں اولیائے کرام پر ایمان لانا واجب ہے۔ کیا شریعت اور طریقت دو الگ الگ راہیں ہیں؟

مفتی صاحب: نہیں۔ حقیقت میں شریعت اور طریقت میں کوئی مغائرت نہیں ہے۔ شریعت رسول خداؐ کے احکامات کا نام ہے اور طریقت آپ کے مبارک افعال کا۔ ظاہر اور باطن میں کچھ فرق موجود ہوتا ہے۔ مثلاً پانی سے ظاہری طہارت حاصل کرنا امر شریعت ہے اور توبہ و ندامت سے باطنی صفائی حاصل کرنا طریقت ہے اول الذکر کو وضو اور ثانی الذکر کو توبہ

کہتے ہیں اور ہر دو کے حصول سے تکمیل دین کے تقاضے پورے ہوتے ہیں۔ معاملات شریعت و طریقت کو آپ اسی پر قیاس کر سکتے ہیں۔

م۔ ش: مولانا صاحب اہل صوفیہ نوربخشیہ کے درمیان کچھ اختلافات موجود تھے جو حال ہی میں رفع ہوئے۔ اس کے بارے میں آپ کے کیا تاثرات ہیں؟

مفتی صاحب: اختلافات زندہ قوموں کا شعار ہیں۔

بقول ذوق دہلوی مرحوم:

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

اس اختلاف کا بنیادی مقصد مسلک کی ترقی اور ترویج تھا مگر یہ اختلافات دائرہ افادیت سے کچھ بڑھ گئے تھے جو جوانان صوفیہ نوربخشیہ بلغار کی مساعی سے دس علمائے صوفیہ نوربخشیہ نے عشرۃ کاملہ بن کر تاشان کی موجودگی میں حل کئے اور اخوت کے جذبے کو نئی زندگی بخشی۔ ☆

(دستخط مفتی محمد عبداللہ صاحب خپلو گانچھے)

بقیہ خبریں

حسین علی کا سانحۂ ارتحال

انجمن نوربخشیہ راولپنڈی کے صدر کاچو ناصر علی خان کے بھائی حسین علی کراچی میں انتقال کر گئے۔ مرحوم کچھ عرصہ سے ہسپتال میں زیر علاج تھے۔ راولپنڈی اسلام آباد کے اہل صوفیہ نوربخشیہ نے کاچو ناصر علی خان سے ان کے بھائی کی وفات پر اظہار تعزیت کیا ہے۔ اراکین ادارہ نوائے صوفیہ بھی ان کے انتقال پر اہل خاندان سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

شعلۂ نوا

غزل

حکیم الامت علامہ محمد اقبال

گرمِ فغاں ہے جرس اٹھ کہ گیا قافلہ
وائے وہ رہرو کہ ہے منتظرِ راحلہ

تیری طبیعت ہے اور تیرا زمانہ ہے اور
تیرے موافق نہیں خانقہی سلسلہ

دل ہو غلامِ خرد یا کہ امامِ خرد
سالکِ رہ ہوشیار سخت ہے یہ مرحلہ

اس کی خودی ہے ابھی شام و سحر میں اسیر
گردشِ دوراں کا ہے جس کی زباں پر گلہ

تیرے نفس سے ہوئی آتشِ گل تیز تر
مرغِ چمن ہے یہی تیری نوا کا صلہ

فقہی مسائل

آپ کے مسائل اور اُن کا حل

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

اس عنوان کے تحت ادارے کو موصول ہونے والے مفید سوالات شائع کئے جاتے ہیں۔ اس شمارے کے لئے انتخاب کردہ سوالات کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

سوالات

سوال نمبر ۱۔ کیا مسلمان مرد کے لئے سونا اور چاندی کے زیورات کا استعمال درست ہے؟

سوال نمبر ۲۔ کیا الکحل کی آمیزش والی خوشبو استعمال کرنے والے کی امامت نماز صحیح ہے؟

سوال نمبر ۳۔ نماز باجماعت ہو چکنے کے بعد دیر سے آنے والے حضرات ایک کو آگے کر کے اجتماعی ادائیگی کرتے ہوں تو ایسا کرنا کیسا ہے؟

سائل: کاچو فدا حسین شار جو عرب امارات

سوال نمبر ۴۔ کیا مغرب کی نماز کے بعد وقت عشا کے لئے ایک گھنٹے کا وقفہ ضروری ہے؟

سوال نمبر ۵۔ اجتماعی نماز گزاروں کی صفیں کیسی ہوتی ہیں؟

سوال نمبر ۶۔ کیا اہل صوفیہ نوربخشیہ کے ہاں خاک شفا کی سجدہ گاہ کا ہونا ضروری ہے؟

سائل غلام محمد صوفی یا قشی انڈیا

جوابات

جواب نمبر ۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم O

مردوں کے لئے ایسا کرنا نقلی عورت کا روپ دھارنا ہے جو شرعاً ناروا قرار پاتا ہے۔ تاہم ایسی انگوٹھی کا استعمال درست ہے کیونکہ عام طور پر نگینہ سونا چاندی کا غیر کا ہوا کرتا ہے۔

جواب نمبر ۲۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم O

ایسے فرد کی امامت نماز کی صحت میں کوئی کلام نہیں ہے کیونکہ خوشبو میں الکحل کی صرف آمیزش ہے۔ چنانچہ الکحل کی آمیزش والی مقدار پرفیوم کی ماہیت میں ضم ہو جاتی ہے۔ یہ ایک قسم کا استحالہ ہے۔

جواب نمبر ۳۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم O

مقامی باشندوں کے لئے ایسا کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اس قسم کے عمل سے نماز جماعت کی اہمیت متاثر ہو جاتی ہے اور لوگ نماز جماعت کی طرف سبقت کرنے میں سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ پہلی جماعت میں شامل نہ ہو سکے تو کوئی بات نہیں دوسری بار نماز جماعت قائم ہوگی تو اس میں شامل ہو سکیں گے۔ اگر مسافر لوگ ہوں تو ان کے لئے ایسا کرنا درست ہے۔

جواب نمبر ۴۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم O

مغرب میں نمودار ہونے والی سفیدی یا سرخی جو شفق کہلاتی ہے اس شفق کا چھپ جانا وقت عشاء کا آغاز ہے۔ نماز مغرب کے بعد ایک گھنٹے کا وقفہ ضروری تو نہیں ہے۔ اگر مغرب کی نماز کے بعد ایک گھنٹے سے کم وقفے میں (باقی صفحہ نمبر ۹ پر)

اخبار التصوف

دنیائے تصوف کی خبریں

جی۔ ایچ معروفی

سید علیشاہ صاحب کا انتقالِ پُر ملال :

ممتاز نور بخشی عالم دین و میر واعظ گلشن کبیر (پھروا) جناب سید علی شاہ موسوی مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۹۹ء کو اپنے آبائی گاؤں گلشن کبیر میں رضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔ سید صاحب کا شمار مسلک نور بخشیہ کے صف اول کے علمائے دین میں ہوتا تھا۔ آپ وعظ و نصیحت اور تعلیم و تدریس میں ملکہ رکھتے تھے اور استاد العلماء سمجھے جاتے تھے۔ آپ کے شاگرد ملک کے مختلف حصوں میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کی وفات سے ملت نور بخشیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اراکین ادارہ نوائے صوفیہ سید صاحب کے لواحقین کے ساتھ دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور سوگواروں کو صبر جمیل سے نوازے۔

(ادارہ)



(ایک یادگار تصویر: سید علی شاہ صاحب (درمیان) جی ایچ معروفی (دائیں) حاجی حسین (بائیں))

جج محمد علی صاحب کا انتقالِ پر ملال :

بیسویں صدی کے آخری ایام ملت نور بخشیہ کے لئے بہت سے پیغام الم و مصائب لے کر آئے۔ عظیم عالم دین سید علی شاہ کے انتقال کے صدمے کے ساتھ ساتھ بلتستان کے مایہ ناز سپوت جناب محمد علی صاحب ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج چلاس بھی ناگہانی موت کا شکار ہوئے۔ اطلاع کے مطابق جناب محمد علی صاحب اپنی سرکاری گاڑی میں گلگت سے چلاس آرہے تھے کہ راستے میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان کی موت کے اصل سبب کی تحقیق ابھی جاری ہے۔ مرحوم محمد علی صاحب ایک انتہائی شریف النفس اور دیانتدار جج ہونے کے علاوہ ایک باعمل صوفی تھے۔ وہ ملت نور بخشیہ کا قیمتی اثاثہ تھے اور مدرسہ شاہ ہمدان صوفیہ نور بخشیہ کے بانیوں میں تھے اور سکردو میں قیام کے دوران اس مدرسہ کے مہتمم بھی رہے۔ مرحوم ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ دانشور بھی تھے۔ انہوں نے انجینئرنگ، ادب، تدریس اور قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ان تمام شعبوں میں خدمات سر انجام دیں۔

ان کے جسد خاکی کو خانقاہ معلی کرسہ تھگس میں نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد ان کے آبائی گاؤں میں سپرد خاک کیا گیا۔ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے بے شمار اہل صوفیہ نور بخشیہ نے ان کی وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کیا ہے۔ ادارہ نوائے صوفیہ کے علامہ محمد بشیر صاحب، ڈاکٹر غازی محمد نعیم، جی ایچ معروفی اور دیگر اراکین نے مرحوم کی وفات پر

گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد میں مولانا سید علی شاہ مرحوم اور جج صاحب مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر و استقامت کی توفیق دے۔ آمین

(ادارہ)

غلام حسین کی وفاتِ ناگہانی :

انجمن صوفیہ نوربخشیہ لاہور کے سابق صدر اور معروف سماجی شخصیت غلام حسین ڈیری والے مورخہ ۳ دسمبر ۱۹۹۹ء کو دل کا دورہ پڑنے سے لاہور میں انتقال کر گئے۔ مرحوم نے لاہور کے اہل نوربخشیہ کے اتحاد اور ان کی سماجی خدمت میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کی نماز جنازہ میں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی اہم شخصیات نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ ادارہ نوائے صوفیہ اس سانحے پر ان کے اہل خاندان سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔

(ادارہ)

کاچو ہدایت علی خان پھڑوا کا انتقال :

کاچو ہدایت علی خان پھڑوا جو ریڈیو بلتستان کے معروف فنکار ہونے کے علاوہ ملت نوربخشیہ سے گہری وابستگی اور عقیدت رکھتے تھے مختصر علالت کے بعد ہسپتال کمپلیکس اسلام آباد میں انتقال کر گئے۔ مرحوم ایک اہم سماجی کارکن، اور دینی محفلوں کی رونق تھے اور حسب ضرورت جمعہ و جماعت بھی کراتے تھے۔ ان کے جسد خاکی کو ان کے آبائی گاؤں گلشن کبیر میں سپرد خاک کیا گیا۔ ادارہ نوائے صوفیہ ان کی وفات پر اظہار تعزیت کرتا ہے۔

محمد سلترو والے کی رحلت :

معروف نوربخشی شاعر اور پی ٹی وی کے پریزنٹیشن چیف علی احمد قمر صاحب کے بھوئی اور انجینئر یوسف صاحب کے سسر کسک محمد صاحب ۲۳ دسمبر کو اسلام آباد میں رضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔ اسلام آباد کے جملہ نوربخشیوں نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور لواحقین سے اظہار تعزیت کیا۔

(ادارہ)

تعزیتی اجلاس :

این وائی ایف گلاب پور شیگر یونٹ کا ایک تعزیتی اجلاس زیر صدارت سید نواز حسین حیدری صاحب میر واعظ شیگر منعقد ہوا جس میں بانی مدرسہ شاہ ہمدان جناب جج محمد علی صاحب کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی۔

ہادی علی تمنا جنرل سکریٹری

تعزیتی پیغام :

جناب محمد علی صاحب کی وفات حسرت آیات پر دولت علی تھلوی مہتمم مدرسہ شاہ ہمدان نے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے اسے قومی سانحہ قرار دیا ہے۔

اظہارِ رنج والم :

مؤرخہ ۱۱ دسمبر ۹۹ کو نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن راولپنڈی اسلام آباد کا ایک تعزیتی اجلاس زیر صدارت احمد سلیم اسلام آباد میں منعقد ہوا جس میں اخوند فدا حسین، محمد علی شجاع (جنرل سکریٹری) اور دیگر نوربخشی نوجوانوں نے شرکت کی۔ شرکاء نے معروف عالم دین سید علی شاہ صاحب، جج محمد علی

صاحب اور غلام حسنین صاحب کی وفات پر اظہار تعزیت اور دعائے مغفرت کی گئی۔

محمد علی شجاع جنرل سکریٹری

تعزیتی اجلاس :

انجمن فلاح وبہبود گلشن امیر کبیر راولپنڈی اسلام آباد کے اراکین کا ایک تعزیتی اجلاس احمد سلیم صاحب کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا جس میں مفتی سید علی شاہ صاحب کی وفات پر ان کے صاحبزادوں سید خورشید عالم اور سید عباس اور برادران سید فرخ حسین اور سید فیاض اور دیگر لواحقین سے اظہار تعزیت کے علاوہ اجتماعی دعا کی گئی۔

احمد سلیم صدر تنظیم

صوفیہ نوربخشیہ کا مثالی اتحاد واتفاق :

مسلک پاک صوفیہ نوربخشیہ کی تاریخ میں بہت سے نشیب وفراز نظر آتے ہیں جب بدخواہوں نے اس مسلک کو صفحہ ہستی سے مٹانے اور اس کے اتحاد واتفاق کو پارہ پارہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر اللہ کے فضل وکرم اور چہاردہ معصومین کی نگاہ کرم سے یہ سازشیں کامیاب نہ ہوسکیں۔ پچاس سال سے اس مسلک میں پھوٹ ڈالنے کی متعدد کوششیں ہوئی ہیں۔ لیکن مخلصین دین ومسلک نے 'معاہدہ کریس' 'معاہدہ چھچن' اور حالیہ 'معاہدہ بلغار' جیسے تاریخی معاہدوں کے ذریعے علماء اور عوام کو ہمیشہ یک جا رکھا ہے۔ اس مثالی اتحاد واتفاق سے جملہ اہل مسلک میں خوشی اور شادمانی کی لہر دوڑ گئی ہے۔

سید مظفر علی حمیدی سینوی راولپنڈی

تعارف مدرسہ سلطانیہ :

مدرسہ سلطانیہ محلہ ہنڈیلی، بانپی، غرائی، دوغمن ژھر اور بلاژھر کے عوام کے تعاون سے گزشتہ کئی سالوں سے کامیابی سے چل رہا ہے۔ مدرسہ نے کاچو خان مرحوم کے تحریر کردہ قاعدے کو بھی شائع کیا ہے۔

حاجی عبدالرحیم محلہ بانپی

شاہ ہمدان سٹوڈنٹس کی کابینہ :

شاہ ہمدان سٹوڈنٹس فیڈریشن پاکستان سرمک کی کابینہ کی تشکیل نو کی گئی ہے۔ نئے عہدیداران درج ذیل ہیں۔

۱۔ محمد یونس۔ صدر
۲۔ نثار حسین۔ نائب صدر
۳۔ حامد حسن۔ جنرل سکریٹری
۴۔ علی حسن۔ ڈپٹی جنرل سکریٹری
۵۔ محمد باقر بدر۔ پریس چیف سکریٹری
۶۔ شجاعت حسین۔ ڈپٹی پریس سکریٹری
۷۔ سید علی موسوی۔ رابطہ سکریٹری
۸۔ حسین علی۔ ڈپٹی رابطہ سکریٹری
۹۔ نثار حسین۔ آفس سکریٹری
۱۰۔ عسکری۔ اسسٹنٹ آفس سکریٹری

چندہ کمیٹی اور احتسابی کمیٹی کے ممبران کا بھی انتخاب کیا گیا۔

پریس سکریٹری

پیغام تہنیت :

شاہ ہمدان سٹوڈنٹس فیڈریشن سرمک نے غلام علی حیدری صاحب جنرل سکریٹری انجمن صوفیہ نوربخشیہ سکردو، انجینئر محمد اسماعیل صاحب اور محمد جعفر صاحب کو ضلع گانچھے

سے ناردرن ایریا اسمبلی کے ممبر منتخب ہونے پر مبارک باد پیش کی ہے۔

منجانب اراکین ایس ایس ایف

روحانی اجتماع :

مورخہ ۱۳ رجب کو شاہ ہمدان سٹوڈنٹس فیڈریشن پاکستان کے زیر اہتمام مرکزی مسجد شاہ ہمدان سرک سلسلہ یوم ولادت باسعادت حضرت علی علیہ السلام و علی ثانی امیر کبیر شاہ ہمدانؒ ایک پروقار تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں مولانا مراد علی نوری، مولانا حسن نوری اور سید حسن صاحب نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ مقررین نے حضرت علی اور حضرت امیر کبیرؒ کی حیات طیبہ اور فضائل و تعلیمات پر روشنی ڈالی۔

پریس سکریٹری

یوم ولادت امام مہدیؑ :

۔ مدرسہ عربیہ مظہر العلوم خانقاہ معلی تھلے میں ۲۴ نومبر ۱۹۹۹ء کو ولادت باسعادت امام آخر الزمان حضرت محمد مہدیؑ اور سید العارفین شاہ سید محمد نور بخشؒ کے یوم ولادت باسعادت کے سلسلے میں ایک پروقار تقریب ہوئی جس میں سید امیر حمزہ صاحب میر واعظ، جناب غلام حسین نورانی صاحب، جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب، اور مولوی حسن رشید صاحب نے اپنے زرین خیالات کا اظہار کیا۔

اشرف حسین انچارج لائبریرین

این وائی ایف ژھوق کا قیام :

۲۷ نومبر ۱۹۹۹ء کو مولوی محمد انور صاحب کی زیر صدارت منعقد ہونے والے اجلاس میں نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن بلغار ژھوق یونٹ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس کے عہدیداران درج ذیل ہیں۔

۱۔ شفقت اللہ۔ صدر

۲۔ ابراہیم۔ نائب صدر

۳۔ عبدالرحمن حسرت۔ جنرل سکریٹری

۴۔ اعجاز حسین راہی۔ سٹیج سکریٹری

۵۔ موسیٰ علی حسینی۔ جوائنٹ سکریٹری

۶۔ محمد اسحٰق۔ فنانس سکریٹری

۷۔ ابراہیم عارف۔ خزانچی

۸۔ اشرف حسین۔ لائبریرین

۹۔ شیر علی۔ محمد علی۔ اسحٰق، عبدالرحیم والیاس۔ رابطہ ارکان

عبدالرحمن حسرت جنرل سکریٹری

مبارکباد :

ہم ناردرن قانون ساز کونسل کے الیکشن میں کامیاب ہونے والے امیدواروں غلام علی حیدری، محمد جعفر اور محمد اسماعیل کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

علی شاہین ممبر سنٹرل کمیٹی ئی ایس ایف پاکستان

اظہارِ تہنیت :

ہم ممبران سے سٹوڈنٹس فیڈریشن مرکزی یونٹ کراچی جناب غلام علی حیدری کو این اے کونسل میں اور جناب سلطان علی خان کو ڈسٹرکٹ کونسل میں منتخب ہونے پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

منجانب ایس ایس ایف کراچی

جلسہ جشن معراج النبیؐ :

بسلسلہ جشن معراج النبیؐ ایک عظیم الشان جلسہ مسجد شاہ ہمدان سیٹلائٹ ٹاؤن سکردو میں مورخہ ۶ نومبر کو منعقد ہوا۔ جس کی صدارت ذاکر حسین حیدری نے کی اور مہمان خصوصی جناب مولانا محمد بشیر صاحب تھے۔ سعادت نثار نے تلاوت کلام پاک، غلام مہدی اور ہمنوا نے حمد باری اور گلزار حسین نے نعت رسولؐ پیش کی۔ مدرسہ شاہ ہمدان کے طلباء اشرف حسین، سید حسن، محمد اسلم فرمان علی، سید سلطان محمد، احمد علی عارف، حبیب اللہ، احمد علی عارف، حبیب اللہ، موسیٰ علی اور غلام محمد نے معراج النبیؐ کے واقعہ پر روشنی ڈالی۔ مولانا عیسیٰ صاحب نے معراج مصطفویؐ کے سفر پر بصیرت افروز تقریر کی۔ مولانا محمد بشیر آفتاب صاحب نے معراج النبی کو عظیم معجزہ قرار دیا۔ صدر جلسہ مولانا ذاکر حسین حیدری نے واقعہ معراج کے عجائب و غرائب کو بیان کیا۔

فرمان علی شگری سکریٹری نشرواشاعت

یوم ولادت امام حسینؑ :

۱۲ نومبر ۱۹۹۹ء کو مسجد شاہ ہمدان سکردو میں ایک عظیم جلسہ بسلسلہ یوم ولادت حضرت امام حسین علیہ السلام منعقد ہوا جس میں مولانا محمد ابراہیم فیضی صاحب صدر محفل اور ایس پی اشرف صاحب مہمان خصوصی تھے۔ طلباء مدرسہ شاہ ہمدان نے امام حسین علیہ السلام کے فضائل و مناقب بیان کئے۔ صدر جلسہ مولانا ابراہیم فیضی صاحب نے امام عالی مقام علیہ السلام کو پیش آنے والے مصائب اور بلیات کا ذکر کرنے کے علاوہ آپ کے فضائل اور درجات پر ایمان افروز تقریر کی۔ آخر میں مہمان خصوصی نے مدرسہ شاہ ہمدان کے لئے پانچ ہزار روپے عطیہ دینے کا اعلان کیا۔

فرمان علی شگری سکریٹری نشرواشاعت

احسان علی دانش کی عزت افزائی :

احسان علی دانش مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے مقبول ترین نوجوان شاعر ہیں جنہیں پاکستان آرمی کی فرمائش پر ۱۱۲ این ایل آئی کے پرچم عطائی کی تقریب میں نظم سنانے کیلئے دعوت دی گئی۔ انہوں نے حسن شہید گراؤنڈ گلگت میں پاکستان آرمی کے چاروں کور کمانڈروں اور صدر پاکستان کی موجودگی میں کرگل کے عنوان سے اپنی شاہکار نظم سنا کر حاضرین وسامعین سے بے پناہ داد پائی۔ احسان صاحب کو صدر پاکستان اور کور کمانڈروں کے ہمراہ ضیافت میں بھی مدعو کیا گیا۔

منجانب طلباء مدرسہ شاہ ہمدان

این وائی ایف لاہور کا قیام :

مورخہ ۲۲ اکتوبر کو بعد از نماز جمعہ نوربخشیہ سٹوڈنٹس فیڈریشن کا ایک اجلاس دیال سنگھ کالج میں منعقد ہوا جس میں نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن لاہور کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس موقع پر منتخب ہونے والی کابینہ کے ارکان درج ذیل ہیں۔

۱۔ صدر...... عبداللہ

۲۔ یوسف سالک...... نائب صدر

۳۔ محمد شریف...... جنرل سکریٹری

۴۔ شیر علی...... فنانس سکریٹری

۵۔ سجاد حسین...... ڈپٹی جنرل سکریٹری

۶۔ محمد شاکر...... سکریٹری نشرواشاعت

اظہارِ تشکر :

ملت نوربخشیہ کو چھ سالہ کشمکش سے نکالنے اور متحد و متفق بنانے پر ہم انجمن صوفیہ نوربخشیہ بلغار کو دل کی گہرائیوں

سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

سید حسین شاہ صدر

تنظیم صوفیہ نوربخشیہ سریک

ہمدرد ویلفیئر سوسائٹی براہ کا قیام:

برلو بالا میں نوجوانوں کی انتھک محنت اور کوشش سے ایک تنظیم ہمدرد ویلفیئر سوسائٹی برلو بالا کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جس کے ارکان مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ محمد شریف ...... نگران اعلیٰ

۲۔ عبدالسلام ...... چیرمین

۳۔ حسین علی ...... صدر

۴۔ عابد علی ...... جنرل سکریٹری

۵۔ محمد ابراہیم ...... پریس سکریٹری

۶۔ نثار حسین ...... فنانس سکریٹری

۷۔ ذاکر حسین ...... آفس سکریٹری

منجانب محمد ابراہیم سکریٹری نشرواشاعت

اطلاع عام:

میرا اصل نام محمد یوسف ولد عبدالکریم ہے جو غلطی سے کاغذات میں یوسف علی لکھا گیا ہے۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا اطلاع دی جاتی ہے کہ آئندہ مجھے محمد یوسف کے نام سے لکھا اور پکارا جائے اور تمام متعلقہ کاغذات میں بھی درستگی کی جائے۔

محمد یوسف ولد عبدالکریم

محلہ ملدومر ڈاکخانہ خپلو بلتستان

قارئین نوائے صوفیہ کو عید الفطر
عیدی کی خوشیاں مبارک

بقیہ: قارئین کے خطوط

نوائے صوفیہ کا پرانا قاری ہوں لیکن اس سے قبل ادارہ کو خط لکھنے کا شرف حاصل نہ ہو سکا۔ رسالے میں چھپنے والے تمام مضامین باعث دلچسپی ہیں خصوصاً دنیائے تصوف کی خبریں پڑھ کر بہت خوشی ہوتی ہے۔ انڈیا کے نوربخشی بھائیوں کو سلام۔ میرا پتہ تبدیل کریں اور درج ذیل ایڈریس پر رسالہ بھیجیں۔

حوالدار کلرک غلام حسین بانپی خریداری نمبر ۹۲۷

ریکارڈونگ این ایل آئی سنٹر بونجی

(شعبہ ترسیل نیا پتہ نوٹ کرے)

نوائے صوفیہ کا پرانا قاری ہوں۔ رسالے کا تازہ شمارہ جب بھی ملتا ہے دل کو سکون ملتا ہے۔ کافی عرصہ سے نوائے صوفیہ کے لئے لکھنے کی تمنا رکھتا ہوں اب ایک مضمون ارسال ہے۔ ہمارے مسلک میں بڑے بڑے علمائے دین موجود ہیں لیکن رسالے کے لئے کچھ نہیں لکھتے ان سے میری اپیل ہے کہ وہ اس رسالے کے لئے مضامین لکھیں۔ میں رسالے کے کارکنوں اور قلمکاروں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ہمارے مسلک میں کوئی تبلیغی جماعت نہ ہونے کے باعث یہ رسالہ ہی دینی معلومات کا واحد ذریعہ ہے۔

محمد اقبال سریکی مظفر آباد

آپ نے ریمائنڈر کے پچھلی طرف جو یہ لکھا تھا کہ بونجی سے ۱۴۴ روپے ملے ہیں تو یہ میرا اپنا سالانہ چندہ ہے میرا خریداری نمبر ۶۰۸ ہے۔ نوائے صوفیہ کی ترسیل میں تاخیر نہ کریں۔ اس رسالے کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اہل تصوف کی دعاؤں اور کارکنوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

اخوند محمد علی شبیری کوروی این ایل آئی سنٹر ٹریننگ ونگ بونجی

(شعبہ ترسیل چندہ کی وضاحت کو نوٹ کرے)

نامہ سالک

قارئین کے خطوط

لیاقت علی خان

نوائے صوفیہ کا قاری ہوں۔ اس رسالے کی بدولت نور بخشی عوام میں مذہبی شعور بیدار ہوا ہے اور دنیا بھر کے اہل تصوف ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے ہیں۔ مبلغ سو روپے ارسال ہیں۔

محمد حبیب لورال کریس



نوائے صوفیہ کا پرانا قاری اور مذہب صوفیہ کا خادم ہوں۔ میرے پاس نوائے صوفیہ کی تمام ۷۵ کاپیاں محفوظ ہیں۔ بندہ حقیر مرکزی نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کے رابطہ سکریٹری کی حیثیت سے عنقریب اسلام آباد، راولپنڈی، لاہور اور کراچی کا دورہ کرنا چاہتا ہے۔

اکبر جاوید لبدالی شگر

نوائے صوفیہ مل گیا ہے بہت شکر گزار ہوں۔ آپ کے حکم کے مطابق انجمن کا لیٹر پیڈ شائع کیا ہے تاکہ اس پر خبریں اور خطوط ارسال کر سکیں۔ ایک چھوٹا سا مضمون ارسال ہے قابل اشاعت ہو تو شائع کریں۔

عبدالخالق پوسٹ بکس ۲۲۹۷ عجمان یو اے ای

گلشن تصوف کے سدابہار پھول نوائے صوفیہ کا قاری ہوں۔ رسالے کا ایک ایک ورق معجزانہ احساسات کا حامل ہے۔ میں اسے ہمیشہ انتہائی عقیدت اور خلوص سے پڑھتا ہوں۔

...... رسالپور کینٹ

نوائے صوفیہ کا پرانا قاری ہوں۔ میں نے جولائی ۱۹۹۹ تک کا ایڈوانس جمع کیا تھا بعد ازاں جولائی ۲۰۰۰ تک کا چندہ بھی ارسال کیا ہے جس کی وصولی کی اطلاع نہیں ملی ہے۔ آئندہ مجھے حوالدار کی جائے نائب صوبیدار لکھیں اور نئے ایڈریس پر رسالہ ارسال کریں۔

نائب صوبیدار علی جان برلوی
این ایک آئی سنٹر یونجی ٹریننگ ونگ
خریداری نمبر ۲۲۶

(شعبہ ترسیل نوٹ کرے)

نوائے صوفیہ ایک انمول تحفے کی طرح لاتعداد معلومات کا خزانہ لے کر دراس اور کرگل کے اونچے اونچے پہاڑوں پر بھی اہل ذوق کے ہاتھوں کی زینت بن رہا ہے۔ مضامین معیاری ہیں۔ آپ کے مسائل اور ان کے حل کو زیادہ جگہ دی جائے۔ میرا پتہ تبدیل ہو گیا ہے نیا ایڈریس نوٹ کیا جائے۔

نثار علی عابدی خریداری نمبر ۵۲۵

۱۰ این ایل آئی نالین ٹی کمپنی معرفت FPU-5

(شعبہ ترسیل نوٹ کرے)

گزشتہ کئی ماہ سے ڈیوٹی کے دوران چندہ ارسال نہ کر سکا۔ رسالے کی ترسیل جاری رکھیں۔ میرا ایڈریس تبدیل ہو گیا ہے نیا ایڈریس نوٹ کریں۔

سپاہی محمد ابراہیم نوری خریداری نمبر ۷۸۷

ٹی کمپنی ۱۴ این ایل آئی رجمنٹ FPU-5

(شعبہ ترسیل نوٹ کرے)

اس سے قبل دو تین خطوط لکھے تھے مگر شائع نہ ہو سکے ۔اس ادارے سے وابستگی کے بغیر میرا دل چین نہیں پاتا۔ آئندہ بھی میرے خطوط شائع کرتے رہیں۔

گلزار حسین ناشاد ابغاچو تھنگس

رسالے کے باقاعدہ قاری ہیں ۔ آپ کی کوششیں قابل ستائش ہیں ستمبر اور اکتوبر کا شمارہ نہ ملنے کے باعث پریشان ہیں۔

۱۔ نذیر حسین سٹینو ٹائپسٹ خریداری نمبر ۲۱

LB&RD خپلو گانچھے

۲۔ صوفی محمد علی نائب قاصد خریداری نمبر ۸۳۵

LB&RD خپلو گانچھے

(شعبہ ترسیل شکایت نوٹ کرے)

اللہ تبارک وتعالیٰ کارکنان "نوائے صوفیہ" کو لازوال ترقی سے مالا مال کرے کہ رسالہ نوائے صوفیہ عالم نوربخشیت کے لئے آفتاب کی مانند ضوپاشی کرتا ہوا ہر ماہ ارباب تصوف کے ہاتھوں کی زینت بن رہا ہے۔ اور بڑے بڑے اہل علم سے لے کر مجھ جیسے حقیر طالب علم اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ طلباء مدرسہ شاہ ہمدان کی طرف سے کارکنوں کی خدمت میں سلام۔

عبدالرحمن سالک دم سی سکردو

میرا خریداری نمبر ۸۴۲ ہے لیکن مجھے خریداری نمبر ۸۴۸ کا رسالہ بھی موصول ہو رہا ہے اسے بند کریں۔ سولہ ہزار فٹ بلند برف پوش پہاڑوں پر جب ہمیں یہ رسالہ ملتا ہے تو ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور کارکنوں کے حق میں دعا کرتے ہیں۔

اقبال حسین عسکری

(شعبہ ترسیل غلطی نوٹ کرے)

نوائے صوفیہ کا مستقل خریدار ہوں ۔ سالانہ چندہ ارسال کرنے کے باوجود رسالہ نہیں مل رہا۔ یہ میرا واحد پسندیدہ رسالہ ہے۔

فدا حسین ارمان خپلوی ۵۵۹

۱۶ این ایل آئی رجمنٹ ٹی کمپنی FPU-8

(شعبہ ترسیل نوٹ کرے)

ستمبر ۹۹ کا شمارہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ نہایت ہی معیاری اور سبق آموز مضامین پر مشتمل تھا۔ فاچو امین صاحب کو زیارت اور حج بیت اللہ کی مبارک باد دیتا ہوں۔ حالات کی وجہ سے چندہ ارسال کرنے میں تاخیر ہوئی جواب سکردو پہنچ کر ارسال کر رہا ہوں۔ پتہ تبدیل کریں۔

سپاہی حامد علی خان

(جواب۔ آپ نے خط کی فوٹو کاپی ارسال کی ہے۔ پتہ صاف پڑھا نہیں جاتا لہذا زحمت دیتے ہیں کہ دوبارہ ارسال کریں)

(شعبہ ترسیل نوٹ کرے)

نوائے صوفیہ ہمارا محبوب رسالہ ہے جس کے انتظار میں ہمیشہ بے چین رہتے ہیں گزشتہ کئی سال سے مستقل خریدار ہوں۔ ہنزہ سے چلاس پوسٹنگ کے بعد ایڈریس تبدیل کروایا تھا

جب سے رسالہ باقاعدگی سے نہیں مل رہا ہے اگست سے اکتوبر تک کے شمارے بھی نہیں ملے ہیں ڈاک والوں سے شکایت پر جواب ملتا ہے کہ ادھر سے ہی نہ آئے تو ہم کیا کریں۔ ایک مضمون "اسلام میں صوفی کا مقام" کے نام سے ایک اخبار میں شائع ہوا ہے جو برائے تبصرہ ارسال ہے۔ اس پر تبصرہ کر کے ہماری ذہنی کوفت کو دور کریں۔

غلام حسن شکری چلاس

(جواب: ارسال کردہ مضمون کسی صاحب علم کی قلمی کاوش نہیں لگتی
۔ اس طرح کی
تحریروں سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ترسیل میں بے قاعدگی کی شکایت کو شعبہ ترسیل نوٹ کرے)

نوائے صوفیہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میرے دل کا سکون ہے ہر مہینے نئے شمارے کا بے چینی سے انتظار کرتا ہوں ۔ یہ رسالہ مسلک کی ترجمانی کا حق ادا کر رہا ہے۔

منظور حسین بلغاری چونگی امر سدھو

لاہور پاکستان

رسالے کو جب تک مکرر نہ پڑھوں تسلی نہیں ہوتی۔ گزشتہ شمارے میں مولانا شکور علی انور کا مضمون اور حاجی فقیر محمد ابراہیم صاحب کا انٹرویو ناقابل فراموش ہیں۔ میرے بھائی منور علی کلرک خریداری نمبر ۴۸۷ نے ذاتی وجوہ کی بنا پر ایڈریس تبدیل کر کے ہماری دکان کا ایڈریس دیا تھا مگر ایڈریس ابھی غلط ہے آئندہ سے انہیں رسالہ درج ذیل ایڈریس پر جاری کریں۔

محمد اینڈ سنز ڈیلر ویلڈنگ سلنڈر

بالمقابل آستانہ سید محمود کشو باغ سکردو

احمد علی شاہین سکردو

(شعبہ ترسیل نوٹ کرے)

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ نوائے صوفیہ ملت نور بخشیہ کا واحد رسالہ ہے جس نے نور بخشی دنیا کو شعور و آگاہی کی منزل تک لانے میں اہم کردار ادا کیا ہے مگر اب رسالے میں غیر ضروری مضامین چھپتے ہیں۔ یہ مضامین اور اشعار ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں اور ان کو نوائے صوفیہ کی زینت بنانا ناانصافی ہے۔ اور ایسے اشعار کو چھاپنا مقصود ہے تو کوئی ذاتی رسالہ جاری کریں۔ نوائے صوفیہ پر اجارہ داری قائم کرنے کی بجائے اسے عوام کی توقعات پر پورا اتارنے کی کوشش کریں۔

غلام رسول ثاقب اینڈ غلام رضا شاہین سرمیکی

نوائے صوفیہ کے شائقین میں سے ہوں۔ کچھ ماہ قبل فوج میں بھرتی ہوا جس کے باعث رسالے سے تعلق کٹ گیا اب ایک قریبی دوست کی وساطت سے رسالہ دوبارہ ملا ہے جس کو پڑھ کر سکون حاصل ہوا ہے۔ مجھے آئندہ رسالہ درج ذیل پتہ پر جاری کریں۔

محمد ابراہیم بلتستانی

آرمی سکول آف جنٹس کلڈنہ مری ہلز

غزنوی کمپنی سنڈیکیٹ نمبر 13

ڈاکٹر غازی صاحب..... آپ کا مضمون خوف فاپڑھ کر اندازہ ہوا کہ واقعی ہمارا معاشرہ اس موذی مرض میں مبتلا ہے۔ مجھے یہ بھی احساس ہوا کہ میں خود ایک نفسیاتی بیماری میں مبتلا ہوں کیا اس بیماری سے نجات ممکن ہے۔ اپنے مشورے سے نوازیں۔

گلزار احمد طالبعلم کراچی

(جواب..... آپ ڈاکٹر صاحب کو اپنے ذہنی مسائل تفصیل سے لکھ کر نوائے صوفیہ کے پتے پر لکھ بھیجیں شاید وہ آپ کی مدد کر سکیں۔)

(باقی صفحہ ۲۸ پر ملاحظہ کیجئے)

آینهٔ نوربخش (نوربخش نامه)

سروده: بلبل گلشن محبت دکتر محمد حسین تسبیحی رها محقق و شاعر بزرگ ایرانی

نور خدا آمده ، آینه نوربخش — مهر و وفا آمده ، آینه نوربخش
"نقطه" بود از "خدا" هر که رسد از خدا — درد و شفا آمده ، آینه نوربخش
"ذریت" ما بود ، "آدم" پاک و صفی — عشق و صفا آمده ، آینه نوربخش
"سلسله" خوش گوی ما ، راه "ابراهیم" او — صوت و صدا آمده ، آینه نوربخش
"نقشه" شیرین زبان ، نام "محمد" به دل — نعت و ثنا آمده ، آینه نوربخش
"وطن" بزرگ و عزیز ، جهت سلام — سعد و صلا آمده ، آینه نوربخش
"اصل" "کتاب" شریف ، چهرهٔ "قرآن" بود — کشف و نما آمده ، آینه نوربخش
"کعبه" شده "قبله" گاه ، درگه لطف او — ناز و ادا آمده ، آینه نوربخش
"صحبت" گر بود ، "سنت" پاک رسول — عرش علا آمده ، آینه نوربخش
"محبت" و عشق "علی" در دل نوربخشیان — دار واخاه آمده ، آینه نوربخش
"سلسله" نوربخش ، از "ذهب" ولیده — سر بپا آمده ، آینه نوربخش
"مذهب" نوربخشیان ، "صوفیه" نوربخش — یاور ما آمده ، آینه نوربخش
"مشرب" نوشیدگان ، از "محمدیه" است — پیک و ندا آمده ، آینه نوربخش
در "روش" نیک و خوب ، جلوه "نوربخشیه" — در همه جا آمده ، آینه نوربخش
"مرید" اگر خوش بود ، "مرشد" او یار او — جهان نما آمده ، آینه نوربخش
صل علی محمد ، صلوا علیه و آله — غار حرا آمده ، آینه نوربخش
باصفت صوفیه ، دلبر نوربخشیان — پاک نوا آمده ، آینه نوربخش
کوشش یاران ما ، صوفیه را نور دل — قدرت ما آمده ، آینه نوربخش
مشعل وحدت بود ، خواندن اوراق آن — شمس ضحی آمده ، آینه نوربخش
کشور پاکان بود ، پاک تر از برگ گل — جود و سخا آمده ، آینه نوربخش
مسجد و منبر همه ، جای همه مؤمنان — بیت الغنی آمده ، آینه نوربخش
مدرسه و چله گاه ، جایجا اعتکاف — حرف آشنا آمده ، آینه نوربخش
قاضی محمد نعیم ، رهرو راه خدا — اوج سما آمده ، آینه نوربخش
روح محمد بشیر ، گرچه ابوالعرفان است — بدر الدجی آمده ، آینه نوربخش
ای شیخ به معروفی ، راه هر ای رود — حسن رضا آمده ، آینه نوربخش
جمله نویسندگان ، ذکر صدق و صفا — عهد ولا آمده ، آینه نوربخش
نیز اهل ادب ، جمله مقاله نگار — ضوء و ضیا آمده ، آینه نوربخش
حرف دعا این بود ، زنده و پاینده باد — جمله دعا آمده ، آینه نوربخش
بنده "رها" روز و شب ، دست دعا سوی حق — ماه غدا آمده ، آینه نوربخش

نوربخشیہ نوربخشی کھاینگ کھراگفی شکر بیوس

احسان علی دانش

نا سکور لے گوپونگ حق ژالے ملچیک ہیاسے دوکے
رالم رگو پہ رگو غدونگ یسے سینگ مک فیسے تھوکے
گا یود پی تمی سکیور نہ بچ کن کھیرے ہرپوکے
نورنخشیہ نورنخشی کھا ینگ کھراگفی شکر بیوس

ستونگ ستونگ پو شکر ہرژقسے نہ بیوس لے چھوسی کٹ کن
شیس کھن نہ مشیس کھن نہ رگوبونگ ریگمو نہ کھٹ کن
لقپاری خلونی سی سپارے تنگفی غدونگی پُٹ کن
ملسی کھا نہ ٹھم ہرپوکے مہ ٹھر لنگفی شکر بیوس
نورنخشیہ نورنخشی کھا ینگ کھراگفی شکر بیوس

رگوے جوخنہ عقل ھمبہ نہ ڈرب ستنگنہ ہیالکھ کن
چک چھوئی یکھ چک ہیسے یکھ بے چھوغو یکھ کن
اتو ہین چے ناتی یودپی ملکھ کن نہ رگالکھ کن
حقم چھوسپو لا غور لزوقپہ سنہ ژھنگ ژھنگفی شکر بیوس
نورنخشیہ نورنخشی کھا ینگ کھراگفی شکر بیوس

لم چک ہیاسے درل چک پالا ژھیو چوق رگدے یود پونگ
سر چک ہیاسے چک بے دے فرالکھ سینگ خلدے یود پونگ
چک بے ژھراگی سکومسے نہ سینگ ہرکن ردے یود پونگ
جگ چک کھری سینگ ہرکن ناتی ملور ہنگفی شکر بیوس
نورنخشیہ نورنخشی کھا ینگ کھراگفی شکر بیوس